

رسالت و بشریت

مسئلہ بشریت پر بے نظیر رسالہ

امام اہل العصر

حضرت مولانا محمد ابراہیم میمنہ

تنظیم الدعوة الی القرآن والسنة

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ
الْعَجَالَةُ الْخُسْرَىٰ فِي جَمْعِ الرِّسَالَةِ وَالْبَشَرِيَّةِ

رسالت و بشریت

مسئلہ بشریت پر بے نظیر رسالہ

اس میں اس مسئلہ کو ایسے عالمانہ رنگ اور محققانہ انداز میں حل کیا گیا ہے کہ مخالف

بھی پڑھ کر عرش عرش کراٹھتا ہے

تصنیف

مولانا حافظ محمد ابراہیم میرسیا لکوٹی

ناشر

تنظیم الدعوة إلى القرآن و السنة ، گواہمنڈی۔راولپنڈی

فہرست

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۹	ایک اور طریق سے استدلال		آحضرت ﷺ سے پہلے رسالت
۴۰	تغیر حالات کی پیش گوئی	۷	کے بارے میں نظریات
۴۲	پولوس نے دین عیسوی کو کس طرح بدلا؟	۹	نبی اپنی جنس سے ہوتا ہے
۴۴	راہ انصاف		الوہیت کے اوصاف اور ہیں
۷۶	ہمدردانہ نصیحت	۱۰	اور نبوت کے اوصاف اور
۴۸	کفار سے مشابہت		معجزہ صرف اللہ تعالیٰ کے اختیار
۴۹	آحضرت ﷺ کی ایک پیش گوئی	۱۱	میں ہوتا ہے
	آحضرت ﷺ نے جماعت حقہ	۱۱	نبی انسان کامل ہوتا ہے
۵۳	کی خبر دی	۱۲	حضور ﷺ پاک کی بزرگی و تقدس
۵۵	خلاصہ مقصود	۱۶	پولوس یہودی سے ایک نمبر آگے
۵۷	چند مغالطات اور ان کے جوابات	۱۷	بشر کے لفظی معنی
۵۸	آحضرت ﷺ کی محبت	۱۹	آحضرت کے سب رشتہ دار بشر تھے
۶۱	تفصیل مغالطات	۲۲	نبوت بشر کے ساتھ مخصوص ہے
۶۱	پہلا مغالطہ	۲۴	عام کتب ہائے لغات کی شہادت
۶۳	نکتہ نمبر ۱	۲۶	لغات قرآن و حدیث کی شہادت
۶۴	نکتہ نمبر ۲	۳۰	نتیجہ و خلاصہ مطلب
۶۷	دوسرا مغالطہ	۳۰	کفار کا شبہ اور اس کا ازالہ
		۳۷	حضور کے علیہ مبارک سے استدلال
			آحضرت ﷺ کے نسب نامہ
		۳۷	سے استدلال

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۹۲	اس کا جواب	۶۸	ایک بریلوی بزرگ کی تحریف
۹۵	حضور پاک ﷺ کیسے نور ہیں؟	۷۰	مفتی کفایت اللہ صاحب کا فتویٰ
۹۷	پانچواں مغالطہ	۷۲	نفیس علمی مباحث
۹۸	چھٹا مغالطہ	۷۲	تحقیق لفظ انما
۹۸	آنحضرت ﷺ کس جنس سے تھے	۷۳	سوال نمبر ۱
۹۹	ساتواں مغالطہ	۷۴	سوال نمبر ۲
۱۰۰	آٹھواں مغالطہ	۷۵	سوال نمبر ۳
۱۰۱	آپؐ کی نبوت اللہ تعالیٰ کے علم میں	۷۶	ما کا فہ کا بیان
	حقیقت کتب ہائے عقائد اور بشریت	۷۶	مباح میں ہے
۱۰۳	رسول ﷺ	۷۹	تحقیق ما اور لا
۱۰۶	دیگر کتب کی شہادتیں	۸۱	کتب ہائے بلاغت کی شہادت
۱۰۹	ایک سوال	۸۳	مسنمہ اردو و فارسی تراجم کی شہادت
۱۰۹	ایک لطیفہ	۸۵	دیگر آیات قرآنی
۱۱۰	قصیدہ بردہ اور بشریت رسول ﷺ	۸۶	توحید کے متعلق
۱۱۱	مذہب اہل حدیث کا خلاصہ	۸۷	نبوت کے متعلق آیات
۱۱۱	طریقہ محدثین	۸۷	قیامت کے متعلق آیات
۱۱۲	خاتمہ	۸۷	حلال و حرام کے متعلق آیات
		۸۸	تیسرا مغالطہ
		۹۱	کافروں کے انکار کی وجہ
		۹۲	چوتھا مغالطہ

اَلْعَجَالَةُ الْخَضِرِيَّةُ فِي جَمْعِ الرِّسَالَةِ وَ الْبَشَرِيَّةِ

آنحضرت ﷺ سے پہلے رسالت و کبارے میں نظریات

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰی

امّا بعد، آنحضرت ﷺ سے پیشتر رسالت و نبوت کے متعلق لوگوں کے خیالات مختلف تھے، اور وہ سب افراط و تفریط کے بھنور میں پھنسے ہوئے تھے، کوئی تو سرے سے بشر (انسان) کے لیے رسالت کو ہی جائز نہیں جانتا تھا، بلکہ وہ اس کے لائق صرف فرشتوں کو مانتا تھا، چنانچہ عام کفار کے انکار کی عام وجہ یہ بیان فرمائی گئی ہے۔

(۱) وَمَا مَنَعَ النَّاسَ أَنْ يُؤْمِنُوا إِذْ جَاءَهُمُ الْهُدَىٰ إِلَّا أَنْ قَالُوا أَبَعَثَ اللَّهُ بَشَرًا رَسُولًا (سورة بنی اسرائیل۔ آیت نمبر ۹۴)۔

ترجمہ: ”اور نہ روکا عام لوگوں کو ایمان لانے سے جب آگئی ان کے پاس ہدایت مگر اس بات نے کہ انہوں نے کہا کہ کیا مبعوث کیا اللہ تعالیٰ نے بشر کو رسول“

(۲) حضرت نوح علیہ السلام کی تبلیغ رسالت پر ان کی قوم نے کہا:

فَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهِ مَا هَذَا إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ يُرِيدُ أَنْ يَتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَأَنْزَلَ مَلَائِكَةً (سورة مومنون۔ آیت نمبر ۲۴) ”حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے کفار سر کردہ لوگوں نے کہا کہ نہیں یہ (نوح) مگر ایک بشر مثل تمہاری جو چاہتا ہے کہ بڑائی حاصل کرے اوپر تمہارے اور اگر اللہ چاہتا تو وہ فرشتوں کو اتارتا“۔

(۳) حضرت ہود علیہ السلام کی قوم نے بھی یہی کہا:

مَا هَذَا إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ (سورة مومنون۔ آیت نمبر ۳۳)

”نہیں ہے یہ مگر بشر مثل تمہاری“۔ نیز فرمایا۔

لَوْ شَاءَ رَبُّنَا لَأَنْزَلَ مَلَكًا (سورۃ حم سجدہ۔ آیت نمبر ۱۴)

”یعنی اگر ہمارا رب چاہتا تو فرشتے اتارتا“۔

اس مضمون کی آیات بکثرت ہیں، جو ان شاء اللہ آئندہ دوسرے موقع پر مفصل ذکر کی جائیں گی، حاصل یہ کہ وہ لوگ رسالت اور بشریت کا ایک ذات میں جمع ہونا نہیں مانتے تھے، یعنی وہ یہ تسلیم نہیں کرتے تھے کہ کوئی شخص بشر (انسان) ہو کر اللہ تعالیٰ کا رسول بھی ہو سکتا ہے، ان کے نزدیک اس منصب کے لائق صرف فرشتے تھے۔

دوسرا گروہ بالکل ان کے برخلاف رائے رکھتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمام عالم میں متصرف اور تمام کلیات و جزئیات سے بدرجہ اتم واقف ہوتے ہیں اور ہونے چاہئیں اور بیوی و بال بچوں کے تعلقات اور کھانے پینے کے لوازم بشریت سے بالکل مبرا ہونے چاہئیں اور ہوتے ہیں۔

اسی خیال کے لوگوں نے آنحضرت ﷺ سے چند مطالبات کئے جو سورہ بنی اسرائیل میں مذکور ہیں اور ان کا جواب ان الفاظ میں دیا گیا ہے:

قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيَ هَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا رَسُولًا (سورۃ بنی اسرائیل۔ آیت ۹۳) ”یعنی (اے پیغمبر ان سے) کہہ دو کہ میں سوائے بشر رسول کے اور کچھ نہیں ہوں؟ (یعنی ذات میں بشر اور منصب میں رسول ہوں، اس کے سوا اور کچھ نہیں ہوں)۔“

تیسرے گروہ کا خیال کچھ اور ہی کہ (معاذ اللہ) دعویٰ نبوت خلل دماغ کا نتیجہ ہے، جنون کی وجہ سے دماغ میں ایسے خیالات آتے رہتے ہیں۔ اور بعض اوقات ان خیالات کے اثر سے عجیب و غریب صورتیں بھی دکھائی دیتی ہیں۔ جن کو وہ مدعی رسالت اللہ تعالیٰ کے فرشتے قرار دیتا ہے، اور بعض اوقات آوازیں بھی سنائی دیتی ہیں، جن کو وہ اللہ تعالیٰ کی وحی

سمجھ لیتا ہے، (العیاذ باللہ) ہوتا کچھ بھی نہیں، ایسے خیالات کے وہ لوگ تھے، اور آج کل بھی آریوں کی صورت میں موجود ہیں، جن کے دماغ مادی فلسفہ نے چاٹ لئے ہیں اور وہ روحانیت سے ناواقف ہو کر علم کے مدعی بنے ہوئے تھے۔ قوم نوح نے حضرت نوح علیہ السلام کو فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اور اہل مکہ نے آنحضرت ﷺ کو مجنون اسی خیال سے کہا تھا۔

چوتھا گروہ ایک اور تھا جو کائناتوں اور رمتالوں کی طرح نبوت کو بھی ایک کسب و پیشہ اور ذریعہ معاش جانتا تھا اور کہتا تھا کہ اس کا دعویٰ کرنا اور اسے اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کرنا لوگوں میں رسوخ و تفوق (برتری) حاصل کرنے کے لیے ہے، اور وہ امور جن کو وہ مدعی رسالت معجزات قرار دیتا ہے، وہ ساحرانہ کرتب ہوتے ہیں، اور اس کی تعلیم جسے وہ حکمت و ہدایت کہتا ہے، وہ شاعرانہ تخیلات ہوتے ہیں، ایسے لوگ انبیاء اللہ کو (معاذ اللہ) کاذب مفتری اور غرض کے بندے قرار دیتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ پر حقیقت نبوت واضح کی اور ان کے سامنے علم و معرفت کا آفتاب روشن کر کے سب تاریکیوں کو دور کر دیا، کہ یہ ہر چہاں گروہ حقیقت شناسی سے بے بہرہ ہو کر اوہام کی پیروی میں غلط رستے پر جا رہے ہیں۔ مَا لَهُمْ بِذَلِكَ مِنْ عِلْمٍ إِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ (سورۃ جاثیہ آیت نمبر ۲۴)

نبی اپنی جنس سے ہوتا ہے:

پہلے گروہ کی غلط روی یوں ظاہر کی کہ اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا یہی ہے کہ عوام بنی آدم کا معلم و ہادی انہی میں کا اور انہی کی جنس کا ایک آدمی ہو جس پر اللہ تعالیٰ اپنی وحی کا فیضان نازل کرے، اور اس کی طرف اپنے فرشتے بھیجے اور اپنے پیغام و احکام پہنچائے، چنانچہ ایسے

لوگوں کو جو بشر (انسان) کے لیے رسالت کو تسلیم نہیں کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا کہ وہ ہم کو اپنے پیغام پہنچائے، تو فرشتوں کے ذریعے پہنچاتا، یوں سمجھایا:

قُلْ لَوْ كَانَ فِي الْأَرْضِ مَلَائِكَةٌ يَّمْشُونَ مُطْمَئِنِّينَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمُ مِنَ السَّمَاءِ مَلَكًا رَّسُولًا (سورۃ بنی اسرائیل، آیت نمبر ۹۵)

”اے پیغمبر ﷺ) ان سے کہہ دو کہ اگر زمین میں فرشتے اطمینان سے چلتے پھرتے (اور سکونت پذیر ہوتے) تو ہم ان پر آسمان سے کوئی فرشتہ ہی رسول بنا کر نازل کرتے (لیکن جب یہاں رہتے انسان ہیں تو ان کی طرف انسان ہی کو رسول بنا کر بھیجنا قرین مصلحت ہے)۔“

الوہیت کے اوصاف اور ہیں، اور نبوت کے اوصاف اور:

اور جو لوگ رسولوں کے لیے جمیع کائنات میں متصرف اور جزوی و کلی سب حالات سے واقف ہونا ضروری جانتے تھے اور اسی خیال کی پیروی میں حضرات انبیاء علیہم السلام کے سامنے طرح طرح کے اور عجیب انوکھے مطالبات کی فہرستیں پیش کرتے تھے، ان کو سمجھایا کہ یہ اوصاف الوہیت کے ہیں نہ کہ نبوت و رسالت کے اور نبی کا دعویٰ نبوت اور رسالت کا ہے نہ کہ الوہیت کا۔ پس جو بات نبی کے دعوے سے بالا ہے، اسے تم معیار صداقت گردان کر مطالبات میں کیوں داخل کرتے ہو؟

اللہ تعالیٰ کا رسول ﷺ اللہ تعالیٰ کے احکام کی تبلیغ کے لیے بھیجا گیا ہے اس کی طرز زندگی اس کا شب و روز کا تعامل اس کے اخلاق و عادات اور اس کی تعلیم و ہدایات اور سب کے بعد یہ کہ خلق اللہ کی بلاغرض خیر خواہی، عقلمندوں کے لیے اس کے دعوے کی تصدیق کے لیے کافی گواہ ہیں، ہاں عوام الناس کی تسلی کے لیے اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھ پر بعض اوقات علمی و عملی معجزات بھی ظاہر کرتا ہے، لیکن وہ اکتسابی امور کی طرح ان کے اختیاری نہیں ہوتے،

بلکہ جب اللہ تعالیٰ چاہے اور جو چاہے وہ اپنے اذن و حکمت سے معجزانہ طور پر ان سے ظاہر کر دیتا ہے۔ اور ان کو بعض آئندہ ہونے والے امور پر اطلاع بھی دیتا ہے جن سے ان کی نبوت ہر کہ و مہ پر علاوہ ان کے، معصر اور حاضر الوقت لوگوں کے آئندہ آنے والی نسلوں میں بھی ظاہر ہو جاتی ہے اور کسی قسم کے تردد و شک کی گنجائش باقی نہیں رہتی، چنانچہ اس بات کو اصولی طور پر مقدمات کے متعلق سمجھایا۔

معجزہ صرف اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہوتا ہے:

وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ أَنْ يَأْتِيَ بِآيَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ (سورة رعد آیت نمبر ۳۸، سورة مومن آیت نمبر ۷۸) ”اور کسی رسول کا اختیار نہیں کہ کوئی معجزہ بغیر حکم الہی کے لا سکے“..... اور معلومات کے متعلق یوں فرمایا:

وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ (سورة بقرہ آیت ۲۵۵)
 ”اور نہیں گھیر سکتے اس کے علم میں سے کچھ بھی مگر وہ جو چاہے۔“

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کے ساتھ ساتھ بِإِذْنِ اللَّهِ (سورة آل عمران) اور بِإِذْنِي (سورة مائدہ) جو کہا گیا، تو نصاریٰ کے اس وہم کو دور کرنے کے لیے کہا گیا..... جو یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے یہ امور جو ظاہر ہوتے تھے تو بوجہ الوہیت کے ہوتے تھے، بِإِذْنِ اللَّهِ ماننے سے یہ وہم باقی نہیں رہ سکتا۔

نبی انسان کامل ہوتا ہے:

تیسری قسم سے خشک دماغ، مریضوں کو سمجھایا کہ اللہ تعالیٰ کا نبی ماؤف الدماغ نہیں ہوتا (نعوذ باللہ) اس پر پیدائش سے لے کر موت تک جنون و دیوانگی اور مرق و مالنچو لیا وغیرہ امراض دماغیہ کا سایہ تک نہیں آتا۔ وہ دماغی قویٰ میں اعلیٰ درجہ کا حکیم و دانا اور قلبی کیفیت

میں اعلیٰ درجہ کا صاحبِ اخلاق و آداب اور عملی قویٰ میں اعلیٰ درجہ کا متقی و نیکو کار ہوتا ہے، اس کی زندگی کا ہر لمحہ اس کی ہر حرکت و سکون اس کی خواب و بیداری، اس کی گفتگو اور خاموشی، اس کی ناراضگی و رضا مندی، اس کی محبت و نفرت، غرض اس کی ہر ادا حکمت و مصلحت اور تقاضائے وقتِ حال پر مبنی ہوتی ہے، ان سب باتوں کو مختصر الفاظ میں یوں سمجھایا:

ن وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ. مَا أَنْتَ بِمَجْنُونٍ. وَإِنَّ لَكَ لَأَجْرًا غَيْرَ مَمْنُونٍ. وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ۔ (سورہ ن، آیت نمبر ۴ تا ۷)

ن، قلم کی اور اس کی جو لوگ لکھتے ہیں قسم ہے (کہ اے پیغمبر ﷺ!) تم اپنے رب کی نعمت سے مجنون نہیں ہو اور بے شک تمہارے لیے بے انتہا اجر ہے اور بے شک تم نہایت اعلیٰ اخلاق پر ہو۔

یعنی جس شخص کے اعمال کے نتائج ایسے ہوں، کہ اس کے لیے بے انتہا اجر ہوں اور اس کے اقوال و افعال حکیمانہ و با نظام ہوں اور وہ نہایت اعلیٰ اخلاق و عادات کا مالک ہو وہ دیوانہ و مجنون کیسے ہو سکتا ہے، نیز فرمایا:

قُلْ إِنَّمَا أَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ أَنْ تَقُومُوا لِلَّهِ مِثْلِيَ وَفَرَادَىٰ ثُمَّ تَتَفَكَّرُوا قَدْ مَابِصَا حَبِكُمْ مِنْ جَنَّةٍ. إِنَّهُوَ إِلَّا نَذِيرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيدٍ۔ (سورہ سبا آیت نمبر ۴۶)

”(اے پیغمبر ﷺ) ان سے کہہ دو کہ میں تو تم کو صرف ایک بات کی نصیحت کرتا ہوں کہ تم اللہ تعالیٰ کے لیے دو دو ہو کر اور اکیلے اکیلے کھڑے ہو جاؤ پھر فکر کرو (تو تم کو معلوم ہو جائے گا) کہ تمہارے رفیق (تمہارے ساتھ رہنے سہنے والے محمد ﷺ) کو کسی قسم کا جنون نہیں ہے، وہ تو عذاب سے پیشتر تم کو ڈرسانے والا ہے اور بس۔“

چوتھے گروہ مکذبین کو سمجھایا کہ ہمارے نبی کی نسبت کذب، غرض مندی، سحر، شعر

وغیر ہا امور کے وہم جو تم کرتے ہو، یہ سب نادرست ہیں۔ اس کی زندگی کا ایک ایک لمحہ نبوت سے پہلے اور نبوت کے بعد، تمہارے ان اوہام کے خلاف شہادت دے رہا ہے، وہ شروع سے صادق و امین ہے، وہ اعلیٰ درجہ کا متوکل و بے غرض ہے، تبلیغ احکام پر تم سے کسی قسم کی اجرت طلب نہیں کرتا۔ وہ کاہن نہیں ہے، کسی سے (ڈونشن) (Donations) نذر نیاز نہیں لیتا۔ اس کی تقریر و تعلیم شاعرانہ تخیلات کا نتیجہ نہیں ہے، بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی وحی ہے جو اپنی حقانیت کی وجہ سے جذبِ قلوب میں مقناطیسی اثر رکھتی ہے۔ اس کے معجزات ساحرانہ کربت نہیں ہیں، بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعامات و اکرامات ہیں جو اس کی صداقت کے لیے اللہ تعالیٰ اپنی حکمت و قدرت سے اس کے ہاتھ پر ظاہر کرتا ہے۔ ساحر کی زندگی کمزور و فریب اور ٹھگ بازی کے نہایت ذلیل حالات میں گزرتی ہے، وہ اللہ تعالیٰ سے یکسر غافل اور عاقبت سے بالکل بے پرواہ ہوتا ہے، لیکن ہمارے رسول ﷺ کی زندگی بالکل بے لوث ہے۔ جس کا ایک ایک لمحہ صداقت و طہارت اور یادِ الہی اور عاقبت کی فکر میں گزرتا ہے۔ ان سب امور کے لیے آیات ذیل ملاحظہ ہوں۔

حضور پاک ﷺ کی بزرگی و تقدس:

(۱) فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّن قَبْلِهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ (سورہ یونس۔ آیت ۱۶)..... ”(اے پیغمبر! ان سے کہہ دو) میں تمہارے درمیان اس سے پیشتر ایک کافی زمانہ رہ چکا ہوں تو کیا تم کو سمجھ نہیں؟“

(۲) وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ط قَلِيلًا مَّا تُؤْمِنُونَ. وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ط قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ ط. (سورہ حاقہ آیت ۴۰ تا ۴۳)

(قرآن شریف) کسی شاعر کا قول نہیں ہے۔ تم لوگ بہت تھوڑا ایمان رکھتے ہو اور نہ وہ کسی کاہن کا قول ہے، تم لوگ بہت تھوڑی نصیحت لیتے ہو، (وہ تو) رب العالمین کا اتارا ہوا

ہے۔

(۳) فَذَكِّرْ فَمَا أَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَلَا مَجْنُونٍ. أَمْ يَقُولُونَ شَاعِرٌ نَتَرَبَّصُ بِهِ رَيْبَ الْمُنُونِ. قُلْ تَرَبَّصُوا فَإِنِّي مَعَكُمْ مِنَ الْمُنْتَرَبِينَ. (سورہ طور۔ آیت نمبر ۲۹ تا ۳۱)۔

”(اے پیغمبر ﷺ!) تو نصیحت کئے جا۔ تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے نہ تو کاہن ہے اور نہ مجنون۔ کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ ایک شاعر ہے؟ جس کی نسبت ہم حوادث زمانہ کا انتظار کرتے ہیں، (اے پیغمبر!) ان سے کہہ دو کہ تم انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں۔“

(۴) قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ إِنَّ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ. وَلَتَعْلَمَنَّ نَبَأُهُ بَعْدَ حِينٍ (سورہ ص۔ آیت نمبر ۸۶ تا ۸۸)۔

”(اے پیغمبر ﷺ!) ان سے کہہ دو میں تم سے اس پر کوئی اجرت نہیں مانگتا اور نہ میں تکلف و بناوٹ کرنے والوں میں سے ہوں۔ نہیں وہ (قرآن) مگر نصیحت واسطے عالمین کے اور تم اس کی حقیقت ایک وقت کے بعد ضرور جان لو گے۔“

(۵) وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ وَقُرْآنٌ مُبِينٌ (سورہ یسین۔ آیت نمبر ۶۹)۔

”اور ہم نے اس کو (اپنے پیغمبر ﷺ کو) شعر نہیں سکھایا اور نہ شعر گوئی اس کی شان کے لائق ہے، وہ تو صرف نصیحت اور قرآن مبین ہے۔“

(۶) أَمْ تَسْأَلُهُمْ أَجْرًا فَهُمْ مِنْ مَغْرَمٍ مُثْقَلُونَ (سورہ قلم۔ آیت ۴۶)

”(اے پیغمبر!) کیا تو ان سے کچھ اجرت مانگتا ہے؟ کہ یہ لوگ اس کے تاوان سے بوجھ میں دبے جاتے ہیں؟ (یعنی یہ بات نہیں ہے؟)۔“

(۷) اَمْ تَسْأَلُهُمْ خَرْجًا فَخَرَّاجٌ رَبِّكَ خَيْرٌ وَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ (سورہ مومنون - آیت ۷۲) ”کیا تو ان سے کچھ خرچ مانگتا ہے (یعنی ہرگز نہیں) پس تیرے رب کا (دیا ہوا خرچ) بہتر ہے اور وہ خیر الرازقین ہے۔“

(۸) قُلْ لَّا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا لِمَوَدَّةٍ فِي الْقُرْبَىٰ (سورہ شوریٰ - آیت نمبر ۲۳) ”(اے پیغمبر ﷺ!) ان سے کہہ دو نہیں مانگتا میں تم سے کچھ سوائے قرابت داری کی محبت کے۔“

(۹) قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِلَّا مَنْ شَاءَ أَنْ يَتَّخِذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا (سورہ فرقان - آیت ۵۷) ”(اے پیغمبر!) ان سے کہہ دو نہیں مانگتا میں تم سے کچھ اجرت مگر یہ کہ جو چاہے وہ اپنے رب کی طرف رستہ پکڑ لے۔“

اور آنحضرت ﷺ کے رات اور دن میں ذکر الہی میں مشغول رہنے کی آیات بھی بکثرت ہیں اور احادیث صحیحہ میں آپ ﷺ کی جو شب بیداری اور روزہ نفلی مذکور ہے۔ وہ تو بیش از بیش ہے۔

غرض ہر وہم اور ہر اعتراض کے دور کرنے کے لیے پیغمبر ﷺ کی طرز زندگی کافی رہنما ہے، اور ایک حق پسند کے لیے اس کو تسلیم کرنے سے چارہ نہیں..... دنیا جہان پر بلکہ انسانی دماغ پر آنحضرت ﷺ کا یہ بڑا احسان ہے، کہ آپ ﷺ سے پہلے نبوت کے متعلق لوگ طرح طرح کی ظلمتوں میں پھنسے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ لوگوں کو ان ظلمات سے نکال کر حقیقت شناسی کی روشنی میں لے آئے اور ایسے شستہ طریق اور برجستہ الفاظ میں سمجھا دیا کہ اب اس حقیقت پر پردہ نہیں پڑ سکتا۔

جو فلسفیوں سے حل نہ ہوا اور نکتہ وروں سے کھل نہ سکا
وہ رازاک کملی والے ﷺ نے بتلا دیا چند اشاروں میں

پولوس یہودی سے ایک نمبر آگے:

لیکن مقام حیرت ہے کہ جس ستودہ صفات ﷺ نے ان ظلمتوں کو دور کیا تھا۔ ساڑھے تیرہ سو سال کے بعد چند سال سے ایک شخص نے اسی ذات اقدس ﷺ کی نسبت اور خاص اسی کی امت میں بظاہر مجاہدہ انداز میں وہی آواز اٹھائی۔ جو آج سے قریب دو ہزار سال پیشتر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت پولوس یہودی نے اٹھائی تھی۔ بلکہ یہ حضرت ایک نمبر اس پر بھی فوقیت لے گئے۔ کیونکہ پولوس نے حضرت مسیح علیہ السلام کو ابن آدم کہہ کر معبود بنایا تھا لیکن یہ حضرت تو کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ جنس بشر سے تھے ہی نہیں اور جو شخص آپ کو بشر کہے اور جنس بشر سے جانے وہ کافر و مردود ہے، چنانچہ ان کے ایک جلسہ میں منجملہ اور اشعار کے یہ شعر بھی پڑھا گیا تھا۔

وہی جو مستوی عرش تھا خدا ہو کر

اتر پڑا مدینہ میں مصطفیٰ ہو کر

یعنی اللہ تعالیٰ جو عرش بریں پر مستوی ہے وہی مدینہ میں محمد مصطفیٰ ﷺ کی صورت میں

اتر آیا ہے۔

اب فرمائیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت عیسائیوں کے عقیدے اور کرشن جی کی

نسبت ہندوؤں کے عقیدے اور اس میں کیا فرق ہے؟

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت ایسا اعتقاد رکھنے والوں کی نسبت قرآن کریم کا یہ فتویٰ

ہے۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ (سورہ مائدہ۔ آیت

نمبر ۱۷) ”البتہ کافر ہو گئے وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ تحقیق اللہ وہی ہے مسیح ابن مریم (علیہما

السلام)۔“

اس پولوسی اور ہندوانہ اعتقاد کا شہر سیالکوٹ میں بہت چرچا ہو گیا ہے^۲ اور عوام میں جوش پھیل کر نوبت دست درازی اور مقدمات تک پہنچ گئی ہے۔ تحقیق مسئلہ کے لیے میں نے اس کی نسبت ایک تقریر کی جس کے نوٹ اس وقت منضبط کر لیے گئے تھے۔ اب ان کو ناظرین کے فائدہ کے لیے مرتب کر کے پیش کیا جاتا ہے۔ وَاللّٰهُ وَلِيُّ التَّوَّافِقِ۔

بشر کے لفظی معنی:

سب سے پہلے لفظ بشر کی لفظی تحقیق ضروری ہے کہ لغت میں اس کے معنی کیا ہیں؟ اور آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد کو اللہ تعالیٰ نے بشر کیوں کہا؟ سو معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق زمین میں اور آسمان میں کئی طرح کی ہے، بعض آنکھ سے دکھائی دیتی ہے، بعض نہیں دکھائی دیتی۔ فرمایا۔

فَمَا أَقْسَمُ بِمَا تُبْصِرُونَ ۝ وَمَا لَا تُبْصِرُونَ ۝ (سورہ حاقہ۔ آیات نمبر ۳۸-۳۹) ”قسم ہے ان چیزوں کی جن کو تم دیکھتے ہو اور ان کی جن کو تم نہیں دیکھتے۔“ یعنی وہ چیزیں جو نظر آتی ہیں، مثلاً زمین، آسمان، ستارے، جمادات، نباتات، انسان، اور دیگر خاکی حیوانات۔

اور جو نظر نہیں آتیں۔ مثلاً ناری (جنات) اور نوری (فرشتے) اور ارواح۔ حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے آدم بھی کہا ہے۔ (سورہ بقرہ۔ آیت ۳۳) اس لیے ہم آدمی ہیں، چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

مَا مِنْ اَدَمِيٍّ اِلَّا لِقَلْبِهِ بَيِّنَاتٍ (حصن حصین لکھنؤی ص ۱۱) کوئی آدمی نہیں جس

۱۔ آجکل اس مسئلے کی پورے ملک کو ضرورت ہے کیونکہ بعض حضرات نے اسے بڑا پیچیدہ بنا رکھا ہے

کے دل میں دو خانے نہ ہوں۔“

اور انسان بھی کہا ہے۔ (سورہ حجر آیت ۲۶) اس لیے ہم انسان بھی ہیں۔ چنانچہ

فرمایا:

يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ (سورہ انفطار۔ آیت ۶)

”اے انسان تجھے تیرے صاحب کرم رب سے کس چیز نے دھوکا دیا۔“

اور بشر بھی کہا ہے۔ (سورہ ص۔ آیت ۷۱) اس لیے ہم بشر بھی ہیں اور حضرت آدم علیہ السلام ابو البشر ہیں۔ چنانچہ حدیث شفاعت میں ہے کہ قیامت کے دن عام گھبراہٹ کے وقت لوگ آپس میں کہیں گے کہ اس حالت میں اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں کسی کو شفیع بناؤ۔ تو کہیں گے کہ چلو آدم کے پاس چلیں، پس آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور کہیں گے، اَنْتَ اَبُو الْبَشَرِ الحدیث یعنی آپ جنس بشر کے باپ ہیں۔ (۱)

اور آدم علیہ السلام کو بشر کہنے کی یہ وجہ ہے کہ بشر کہتے ہیں ظاہر جسم والی صاحب ادراک و عقل ہستی کو۔ آدم علیہ السلام (۲) اور ان کی اولاد کا جسم ظاہر ہے اور وہ صاحب ادراک اور عقل بھی ہے۔ جنات اور فرشتے صاحب ادراک نہیں ہیں۔

نتیجہ: آنحضرت ﷺ اولاد آدم علیہ السلام سے ہیں، اس لیے آپ بشر ہیں۔

آنحضرت ﷺ ظاہر جسم والے اور صاحب عقل و ادراک تھے، اس لیے بشر ہیں۔

جو شخص آپ ﷺ کو بشر نہیں مانتا، وہ دو حال سے خالی نہیں، یا تو آپ ﷺ کو ظاہر جسم

والے نہیں جانتا۔ یا معاذ اللہ صاحب عقل و ادراک نہیں مانتا۔

(۱) بخاری کتاب احادیث الانبیاء باب قول اللہ عزوجل (ولقد ارسلنا نوحاً الى قومہ) ۳۳۰۰ مسلم کتاب

الایمان باب ادنی اهل الجنة منزلة فيها ح ۱۹۳

(۲) ایک اشتاق کی رو سے آدم کے معنی یہ بھی ہیں۔ ظاہر چیزے والا۔ چنانچہ لسان العرب میں ہے الذی یبیت فیہ

الشعر البشرة والا دمة یعنی جس میں بال اُگتے ہیں اسے بشرہ اور آدمہ کہتے ہیں اور بال اگنے کی چیز چیزہ ہی

ہوتا ہے (نیز مصباح میں ہے الا دیم الجلد المدبوغ یعنی رنگے ہوئے چیزے کو ادیم کہتے ہیں۔ ۱۲۰)

پہلی بات خلاف مشاہدہ ہے، آپ ﷺ اپنے والد ماجد حضرت عبداللہ کی پشت سے اور والدہ ماجدہ حضرت آمنہ کے بطن مبارک سے مثل دیگر بنی آدم کے پیدا ہوئے۔ دایہ حلیمہ کا دودھ پیتے رہے۔ لوگوں میں رہتے سہتے تھے بنی آدم میں آپ کی شادیاں ہوئیں۔ ان میں سے بعض سے اولاد بھی ہوئی۔ بیٹے بھی اور بیٹیاں بھی۔ آپ ﷺ کا والد بھی تھا والدہ بھی۔ آپ کی دادیاں بھی تھیں اور نانیاں بھی۔ آپ کے چچا بھی تھے اور پھوپھیاں بھی اور خالائیں بھی۔ آپ ﷺ کے دادا بھی تھے اور سرال بھی۔

قرآن شریف میں آپ کے رشتوں کا ذکر صریح الفاظ میں موجود ہے (۱) اور احادیث میں ان کی بہت لمبی تفصیل موجود ہے۔

آنحضرت ﷺ کے سب رشتہ دار بشر تھے:

غرض جو جو رشتے دیگر بنی آدم کے ہیں وہ آپ ﷺ کے بھی تھے۔ آپ ﷺ نے آدم زاد خواتین اپنی زوجیت میں لیں۔ سب سے پہلی حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں وہ آدم زاد تھیں۔ تعلق زوجیت کے علاوہ وہ آپ کی جدی رشتہ دار بھی تھیں یعنی آپ اور وہ ہر دو قصی کی اولاد میں سے تھے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے آپ کی اولاد دو بیٹے قاسم اور عبداللہ (طیب و طاہر) اور چار بیٹیاں (۱) زینب (۲) رقیہ (۳) ام کلثوم (۴) اور فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہم اجمعین پیدا ہوئیں۔ یہ سب لڑکیاں آپ ﷺ نے حضرت عثمان، حضرت علی رضی اللہ عنہما وغیرہما اپنے رشتہ داروں کی زوجیت میں دیں۔ آخری بیٹا آپ ﷺ کا حضرت ابراہیم، حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہما کے بطن مبارک سے پیدا ہوا۔ یہ سب اولاد آدم سے تھے۔ انسان تھے، بشر تھے۔ معاذ اللہ کچھ اور نہ تھے۔

(۱) سورۃ احزاب پارہ ۲۲۔ آیت یا ایہا النبی انا احللنا لک زواجک الایہ نیز آیت یا ایہا النبی قل

لازواجک و بناتک الایہ منہ ۱۲

سورہ فرقان میں اللہ تعالیٰ نے بشر کی پیدائش اور اس کے دو سلسلوں نسب اور

مصاہرت ہر دو کا اس طرح ذکر کیا ہے۔

وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَصِهْرًا (سورہ فرقان۔

آیت ۵۴) ”اور وہ اللہ وہ ذات ہے جس نے پیدا کیا بشر کو پانی سے اور کیا اس کو صاحب

نسب و صاحب دامادی“۔

نتیجہ: یہ دونوں سلسلے اللہ تعالیٰ نے بشر کے لیے فرمائے ہیں۔ پس جب آنحضرت ﷺ کے

بھی یہ دونوں سلسلے تھے۔ تو آپ جنس بشر سے ہوئے..... آپ ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم سے

ملاقات کرتے۔ مصافحہ اور معانقہ بھی کرتے تھے۔ مجلسوں میں آمنے سامنے بیٹھتے۔ آپ

خطبہ دیتے۔ وہ سنتے۔ آپ امامت کراتے وہ پیچھے اقتدا کرتے۔ عام حالات میں آپ کی

خدمت بھی کرتے۔ کوئی استنجا پاک کرنے کے لیے آپ کے واسطے ڈھیلے لاتا۔ (۱) کوئی

پانی کا لوٹا لے کر حاضر رہتا (۲) یہ سب امور مشاہدے کے متعلق ہیں جو احادیث میں مذکور

ہیں اور ان سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ کی زوجہ مطہرہ فرماتی ہیں۔

”آپ اپنی جوتی خود ہی گانٹھ لیتے اور اپنا کپڑا خود ہی ٹانگ لیتے تھے۔ اور اپنے گھر

میں اسی طرح کام کاج کرتے تھے جس طرح تم میں ہر ایک اپنے گھر میں کرتا ہے۔ وَقَالَتْ

كَانَ بَشَرًا مِّنَ الْبَشَرِ“ الحدیث (۳) یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بھی کہا کہ

آنحضرت ﷺ جنس بشر سے تھے۔ کیا (معاذ اللہ) آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر بھی

(۱) بخاری کتاب الطہارۃ: باب الاستنجاء بالحجارة ج ۱۵۵ ص ۱۶۱

(۲) بخاری کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ: باب مناقب عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۳۷۱ و کتاب الطہارۃ: باب

من حمل مع الماء لطہورہ ج ۱ ص ۱۵۱

(۳) مستدرک (۲/۲۵۶ ص ۲۵۶) شامل ترمذی (۳۴۱) الادب المفرد للبخاری (۵۴۹-۵۵۱)

یہی فتویٰ لگائیں گے؟ تو یہ استغفر اللہ!

(۲) باقی رہی دوسری صورت کہ یہ لوگ آنحضرت ﷺ کو (معاذ اللہ) صاحبِ ادراک و عقل نہ سمجھیں۔ تو اس سے انکارِ نبوت لازم آئے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی سنت یہی رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر عقلی و فہم کو رسول و نبی بناتا رہا ہے۔ محض عناصر اور ذوی العقول کو اللہ تعالیٰ نے کبھی نبی نہیں بنایا۔ چنانچہ فرمایا۔

وَمَا جَعَلْنَهُمْ جَسَدًا لَا يَأْكُلُونَ الطَّعَامَ (سورہ انبیاء۔ آیت ۸)

یعنی ہم نے ان کو محض جسم نہیں بنایا کہ کھانا نہ کھاتے ہوں۔

سابقاً آپ پڑھ آئے ہیں کہ کفار، انبیاء علیہم السلام کو ان کے جنس بشر سے ہونے کی وجہ سے رسول اللہ نہیں مانتے تھے۔ یعنی بشر کے لیے منصب رسالت تسلیم نہیں کرتے تھے۔ یا یوں سمجھئے کہ بشریت و رسالت کا ایک ذات میں جمع ہونا نہیں مانتے تھے۔ اور آج کل جو آواز اٹھ رہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو بشر نہیں کہنا چاہیے۔ یہ بھی کفار کی آواز کی بازگشت ہے۔ اور اس کا نتیجہ بھی یہی ہے۔ کہ بشریت و رسالت جمع نہیں ہو سکتی۔ وہ ان کی بشریت کے سبب رسالت کو نہیں مانتے تھے اور یہ ان کی رسالت کے سبب بشریت کو نہیں مانتے۔ حالانکہ تمام انبیائے کرام علیہم السلام اولاد آدم سے ہوئے۔ اور قرآن وحدیث کی تصریحات سے یہ حقیقت بمرتبہ حق الیقین، عیاں ہے، کہ اللہ تعالیٰ بنی آدم کی طرف بشروں ہی کو رسول بناتا رہا ہے۔ پس کفر ان لوگوں پر لازم آتا ہے جو بشریت و رسالت کے اجتماع کو نہ مانیں۔ چاہے بشر جان کر رسول کا انکار کریں، چاہے رسول مان کر بشر نہ سمجھیں۔ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ امر یعنی اجتماع بشریت و رسالت سے ہر دو فریق منکر ہیں جن دوامروں کو اللہ تعالیٰ شروع سے اخیر تک جمع کرتا آیا ہے۔ ان میں انہوں نے تفریق کی اور اللہ تعالیٰ کے دستور کے خلاف اعتقاد رکھا۔

فَأَيُّ الْفَرِيقَيْنِ أَحَقُّ بِالْأَمْنِ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ (سورہ انعام - آیت ۸۲)

نبوت بشر کے ساتھ مخصوص ہے:

اب ہم بعض وہ آیات اور احادیث مبارکہ ذکر کرتے ہیں جن سے صاف واضح ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وحی نبوت بشر اور اولادِ آدم سے مخصوص کی ہے۔

آیات (۱) مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُوتِيَهُ اللَّهُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُولَ لِلنَّاسِ كُونُوا عِبَادَ اللَّهِ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَكِنْ كُونُوا رَبَّانِيِّينَ (سورہ آل عمران - آیت نمبر ۷۹)

”کسی بشر کو لائق نہیں کہ اللہ تو اسے کتاب، حکمت اور نبوت عطا کرے اور وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر تم میرے بندے بن جاؤ (لیکن وہ یہ کہتا ہے کہ) تم ربانی بن جاؤ۔ اس آیت کریمہ میں نبوت کا دینا اور کتاب کا عطا کرنا بشر کے لیے صاف لکھا ہے۔

(۲) وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوقُوهُ حَتَّىٰ بَيِّنَ لَهُ مَا يَشَاءُ اللَّهُ عِنْدَ حَكِيمٍ (سورہ شوریٰ - آیت ۵۱) ”کسی بشر کے لیے (باعتبار اپنی ذات کے) ممکن نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے کلام کرے مگر بذریعہ وحی (والہام) یا (غیب سے) پردے کے پیچھے سے آواز (سنائے) یا اپنا کوئی فرشتہ بھیجے جو اس کے (اللہ کے) حکم سے جو وہ چاہے پیغام پہنچائے۔ بے شک وہ (اللہ) بڑا عالی (ذات ہے اور) باحکمت ہے۔“

(۳) سورہ مریم میں کئی ایک انبیاء حضرت زکریا، حضرت یحییٰ، حضرت عیسیٰ، حضرت ابراہیم، حضرت اسحاق، حضرت یعقوب، حضرت موسیٰ، حضرت ہارون، حضرت اسماعیل اور حضرت ادريس علیہم السلام کا ذکر کر کے فرمایا:

أُولَئِكَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ مِنْ ذُرِّيَةِ آدَمَ (سورہ مریم)۔ آیت
نمبر ۵۸) ”یہ (مذکورین) وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا انبیاء سے اولاد آدم میں
سے۔“

اس آیت میں ان سب انبیاء کو اولاد آدم ہی صاف الفاظ میں کہا گیا ہے۔

احادیث: (۱) حدیث معراج شریف میں آنحضرت ﷺ حضرت آدم، حضرت یحییٰ،
حضرت عیسیٰ، حضرت یوسف، حضرت ادریس، حضرت ہارون، حضرت موسیٰ، اور حضرت
ابراہیم علیہم السلام کی ملاقات کا پہلے آسمان سے ساتویں آسمان تک ذکر کرتے ہیں۔ ان
میں دیگر سب انبیاء علیہ السلام نے آپ ﷺ سے یوں خطاب کیا..... مَرْحَبًا بِأَخِ
الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ۔ یعنی مرحبا ہو صالح بھائی اور صالح نبی کو۔ لیکن حضرت آدم
علیہ السلام سے ملاقات پر حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ ﷺ سے کہا۔ هَذَا أَبُوكَ
آدَمُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ یعنی یہ آپ ﷺ کے باپ آدم ہیں ان کو سلام کہیے۔ آپ فرماتے
ہیں ”فَسَلِّمْتُ عَلَيْهِ“ یعنی میں نے حضرت آدم کو سلام کہا۔ تو آدم نے سلام کا جواب دے کر
کہا مَرْحَبًا بِالْإِبْنِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ۔ یعنی مرحبا ہو صالح بیٹے اور صالح نبی کو۔

اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملاقات پر حضرت جبریل نے آپ سے کہا۔
هَذَا أَبُوكَ إِبْرَاهِيمُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ۔ یعنی یہ آپ کے باپ ابراہیم ہیں ان کو سلام کہیے۔
آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں۔ میں نے ان کو سلام کہا تو انہوں نے سلام کا جواب دے کر کہا۔
مَرْحَبًا بِالْإِبْنِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ۔ یعنی مرحبا ہو صالح بیٹے اور صالح نبی کو۔ (۱)
(۲) آنحضرت ﷺ نے شب معراج میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جو دیکھا تو ان کا
حلیہ اس طرح بیان فرمایا ”أَنَا أَشْبَهُ وَلَدِهِ“ میں ان کی اولاد میں سے سب سے زیادہ

(۱) بخاری، کتاب الصلاة، باب کیف فرضت الصلاة فی الاسراء، ج ۳۴، مسلم، کتاب الایمان، باب الاسراء، رسول

ان سے مشابہت رکھتا ہوں۔ (۱) یعنی میں ہم شکل ہونے میں سے سب سے زیادہ ان سے مشابہ ہوں۔

اس حدیث میں صاف مذکور ہے کہ حضرت آدم اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کی بابت آپ ﷺ کو حضرت جبریل نے کہا کہ یہ آپ کے باپ ہیں۔ اور وہ ہر دو آپ ﷺ کو بیٹا کہتے ہیں۔ اس سے صاف ثابت ہے کہ آپ آدم میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے ہیں۔ اور آنحضرت ﷺ اپنا حلیہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مشابہ فرماتے ہیں۔

اور ظاہر ہے کہ باپ بیٹے کی حقیقت ایک ہی ہوتی ہے جب باپ حضرت ابراہیم بشر ہیں۔ تو فرزند یعنی آنحضرت ﷺ بھی بشر ہوئے۔ اس مضمون کی آیات اور احادیث اور بھی بہت ہیں لیکن بنظر اختصار ہم انہی پر اکتفا کرتے ہیں۔

عام کتب ہائے لغات کی شہادت:

اب ہم عام کتب ہائے لغات سے ثابت کرتے ہیں کہ بَشَر عربی زبان میں ظاہری جسم، ننگے چمڑے اور نوع انسانی پر بولا جاتا ہے۔

۱۔ قاموس: (۱) الْبَشَرُ مُحَرَّكَةٌ الْاِنْسَانُ ذَكَرٌ وَاُنْثٰی: بَشَرٌ (بفتحین)

انسان کو کہتے ہیں، چاہے مرد ہو چاہے عورت۔

(۲) وَظَاهِرُ جِلْدِ الْاِنْسَانِ۔ اور انسان کے ظاہری چمڑے کو بھی کہتے ہیں۔

۲۔ المصباح المنیر: (۱) الْبَشَرَةُ ظَاهِرُ الْجِلْدِ. الْبَشَرَةُ ظَاهِرُ چمڑے کو کہتے ہیں۔

(۲)۔ ثُمَّ اُطْلِقَ عَلَى الْاِنْسَانِ پھر اس کا اطلاق عام نوع انسانی

پر ہو گیا۔

(۱) بخاری کتاب احادیث الانبیاء باب قول اللہ تعالیٰ (واذکر فی الکتاب مریم) ج ۳۳۷، مسلم کتاب الایمان

باب الاسراء رسول اللہ ﷺ ج ۱۶۸

۳۔ لسان العرب۔ لسان العرب عربی لغات کی بہت مبسوط اور ضخیم کتاب ہے۔ بیس جلدوں میں ختم ہوتی ہے۔ اس میں اس لفظ کی بہت لمبی تفصیل لکھی گئی ہے۔ ان میں سے بعض حوالوں کا مختصر انتخاب حسب ذیل ہے۔

(۱) وَالْبَشَرُ جَمْعُ بَشْرَةٍ، بَشْرٌ. بَشْرَةٌ کی جمع ہے۔ اور ظَاهِرُ الْجِلْدِ وہ ظاہری چمڑہ ہے۔

(۲) بَشْرَةٌ اَعْلَى جِلْدَةِ الرَّأْسِ وَالْجَسَدِ مِنَ الْإِنْسَانِ وَمِنْهُ اشْقَتْ مُبَاشَرَةٌ الرَّجُلِ الْمَرَأَةَ لِتَضَامَ أَبْشَارِهِمَا وَالْبَشْرَةُ وَالْبَشَرُ ظَاهِرُ جِلْدِ الْإِنْسَانِ. بَشْرَةٌ سر اور انسانی جسم کے اوپر کے چمڑے کو کہتے ہیں۔ اور اسی سے مشتق ہے۔ مباشرت مرد کی عورت سے بوجہ ملنے ان دونوں کے بدنوں کے اور بَشْرَةٌ اور بَشْرُ انسان کے ظاہری چمڑے کو کہتے ہیں۔

(۳) يُقَالُ لِظَاهِرِ جِلْدَةِ الرَّأْسِ الَّذِي يُنْبِتُ فِيهِ الشَّعْرُ الْبَشْرَةُ وَالْأَدَمَةُ (۱۳۵/۵) سر کے ظاہری چمڑے کو جس میں بال اگتے ہیں۔ بَشْرَةٌ اور أَدَمَةٌ کہا جاتا ہے۔

۴۔ منتهی الارب۔ منتهی الارب جو قاموس، صحاح اللغات اور شمس العلوم وغیرہ لغات عربیہ کا فارسی زبان میں صحیح ترجمہ اور بہترین انتخاب ہے۔ اس میں کئی ایک الفاظ اور محاورات اسی مادہ بشر کے تحت مذکور ہیں۔ جن میں یہی ظاہری بدن اور چمڑے کے معنی ملحوظ ہیں۔ ہم قارئین کی واقفیت اور سہولت کے لئے عربی الفاظ و محاورات اور منتهی الارب میں سے ان کے فارسی معانی اور ان کے مقابلہ میں ان کا اردو ترجمہ تین کالموں میں تقسیم کر کے لکھتے ہیں۔

نمبر شمار	محاورہ یا لفظ عربی	منتہی الارب میں سے فارسی معنی	اُردو ترجمہ
۱	بَشَر	مردم	آدمی
۲	ابو البشر	آدم علیہ السلام	نوع انسانی کا باپ یعنی حضرت آدم
۳	هُوَ الْبَشَرُ مِنْهُ	اُخوب و جمیل تر و در بہ تر است ازوے	وہ اس کی نسبت اچھا اور خوبصورت اور موٹا ہے اور یہ سب اوصاف ظاہر بدن کے ہیں۔
۴	مُبَشْرُوۃ	زن خوش اندام۔ خوش رنگ	خوبصورت بدن اور خوبصورت رنگ والی عورت۔
۵	بَشَرٌ	روئے پوست برداشتن و بریدن موئی بردت تا آنکہ بشرہ ظاہر گردد۔ الخ	چمڑے کا ظاہری حصہ چھیل ڈالنا اور مونچھوں کے بال کاٹنا یہاں تک کہ (بشرہ) چمڑہ ظاہر ہو جائے۔
۶	بَشَرُ الْمَرْأَةِ	جماع کردن زن ربا ہر دو در یک جامہ شدن و ظاہر بدن ایشال باہم شود	اس نے بی بی سے جماع کیا یا دونوں ایک جامعہ میں سوئے اور ان کا ظاہری بدن ایک دوسرے سے لگا۔

لغات قرآن و حدیث کی شہادت:

اس کے بعد خاص قرآن و حدیث کی لغات کی تصریحات بھی ملاحظہ کیجئے۔

۱۔ نہایہ ابن اثیر۔ (۱) وَفِي حَدِيثِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو. أَمَرْنَا أَنْ نَبْشُرَ الشَّوَارِبَ بَشَرًا أَيْ نَحْفِيْهَا حَتَّى تَبَيَّنَ بَشَرَتُهَا وَهِيَ ظَاهِرُ الْجِلْدِ وَتُجْمَعُ عَلَى أَبْشَارٍ اور حضرت عبداللہ بن عمرو کی حدیث اَمَرْنَا اَنْ نَبْشُرَ الشَّوَارِبَ بَشَرًا کے یہ معنی ہیں کہ ہم کو حکم ہوا کہ ہم مونچھیں اتنی کترائیں کہ ان کا چمڑا نکلا ہو جائے۔ اور وہ (بشرہ)

ظاہری چہرہ کو کہتے ہیں اور اس کی جمع ابشار بھی آتی ہے۔

(۲) (ومنه الحديث) لَمْ أَبْعَثْ عَمَالِي لِيُضْرِبُوا أَبْشَارَكُمْ اور اسی باب سے یہ حدیث بھی ہے) میں نے اپنے عامل (زکوٰۃ و صدقات جمع کرنے والے) اس لیے نہیں مقرر کئے کہ تمہارے بدنوں کے چہڑوں کو پیٹیں۔

(۳) (ومنه الحديث) أَنَّهُ كَانَ يُقْبَلُ وَيُبَاشِرُ هُوَ صَائِمٌ أَرَادَ بِالْمُبَاشَرَةِ الْمَلَامَسَةَ وَأَصْلُهُ مِنْ لَمَسٍ بَشَرَةَ الرَّجُلِ بَشَرَةَ الْمَرْأَةِ وَقَدْ تَكَرَّرَ ذِكْرُ ذَلِكَ فِي الْحَدِيثِ (اور اسی باب سے یہ حدیث بھی ہے) کہ آپ روزہ کی حالت میں (اپنی پیبیوں سے) بو سے بھی لے لیتے تھے۔ اور ان کے بدن سے بدن بھی لگا لیتے تھے۔ اور مباشرت کے معنی آپس میں بدن سے بدن لگانا ہے۔ اور اس کا اصل یہ ہے کہ مرد اپنا بدن عورت سے لگائے۔ اور یہ محاورہ حدیث میں کئی دفعہ آیا ہے۔

(۴) (ومنه حديث بحية) ابْنْتُكَ الْمُؤَدَمَةَ الْمُبَشَّرَةَ يَصِفُ حُسْنَ بَشَرَتِهَا وَشِدَّتِهَا۔ اور اسی باب سے یہ بھی ہے، تیری بیٹی جو خوبصورت اور مضبوط بدن والی ہے۔ اس میں اس کے چہڑے (بدن) کی خوبصورتی اور مضبوطی کی تعریف ہے۔

۲۔ مجمع البحار۔ یہ کتاب لغت حدیث کی سابقہ کتب کی جامع ہے۔ اس میں نہایہ ابن اثیر والی مذکورہ بالا چاروں حدیثیں بھی مرقوم ہیں۔ اور ان کے علاوہ مندرجہ ذیل احادیث بھی مذکور ہیں۔ (۵) وَحِ ارْوَى بَشَرَتَهُ أَيْ جَعَلَهُ رِيَانًا وَالْبَشَرَةُ ظَاهِرُ الْجِلْدِ وَهُوَ تَحْتَ الشَّعْرَةِ اور حدیث ارْوَى بَشَرَتَهُ کے معنی یہ ہیں کہ اس خبر نے آپ کے چہرے کو تروتازہ کر دیا اور بشرہ ظاہری چہرہ کو کہتے ہیں۔ جو بالوں کے نیچے ہوتا ہے۔

(۶) لَا تُبَاشِرُ الْمَرْأَةَ الْمَرْأَةَ فَتَنْتَعِلَ لِزَوْجِهَا الْمُبَاشَرَةَ الْمَعَاشَرَةَ وَالْمَلَامَسَةَ

کوئی عورت ایسا نہ کرے کہ اپنا بدن دوسری عورت کے بدن سے ملا دے اور پھر اس کا حال اپنے خاوند سے ذکر کرے اور مباشرت (اصل میں) آپس میں ملانے اور لگانے کو کہتے ہیں۔

۲۔ مفرداتِ راغب: امام راغب اصفہانی کی کتاب مفردات القرآن، لغت قرآن میں ایک بے نظیر کتاب ہے۔ اس میں لفظ بشر کی لغوی تحقیق، نوع انسانی کو بشر کہنے کی وجہ۔ کہ انبیاء کے بشر ہوتے ہوئے کفار نے ان کی نبوت سے کیوں انکار کیا، بشر اور عام بشروں سے ممتاز ہوتے ہیں۔ یہ سب امر بہت مختصر الفاظ میں نہایت ہی عجیب طور پر مذکور ہیں۔

الْبَشَرَةُ ظَاهِرُ الْجِلْدِ وَغَيْرَ عَنِ الْإِنْسَانِ بِالْبَشَرِ اعْتِبَارًا بِظَهْوَرِ جِلْدِهِ
مِنَ الشَّعْرِ بِخِلَافِ الْحَيَوَانَاتِ الَّتِي عَلَيْهَا الصُّوفُ أَوْ الشَّعْرُ أَوْ الْوَبَرُ
وَاسْتَوَى فِي لَفْظِ الْبَشَرِ الْوَاحِدُ وَالْجَمْعُ وَثَبَتِي فَقَالَ تَعَالَى أَنُو مِنْ لِبَشَرَيْنِ (۱)
وُخَصَّ فِي الْقُرْآنِ كُلُّ مَوْضِعٍ أُعْتَبِرُوا مِنَ الْإِنْسَانِ جُسْتُهُ وَظَاهِرُهُ بِلَفْظِ الْبَشَرِ
نَحْوُ وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا (۲) وَقَالَ عَزَّ وَجَلَّ إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِنْ
طِينٍ (۳) وَلَمَّا أَرَادَ الْكُفَّارُ الْغَضَّ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ اعْتَبِرُوا ذَلِكَ فَقَالُوا إِنَّ هَذَا إِلَّا
قَوْلُ الْبَشَرِ (۴) وَقَالَ تَعَالَى أَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَبِّئُهُ (۵) مَا أَنْتُمْ إِلَّا بَشَرٌ
مِّثْلُنَا (۶) أَنُو مِنْ لِبَشَرَيْنِ مِثْلَنَا (۷) فَقَالُوا أَبَشَرِيْهْدُ وَنَنَا (۸) وَ عَلَى هَذَا قَالَ
إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (۹) تَبَيُّهَا أَنَّ النَّاسَ يَتَسَاوُونَ فِي الْبَشَرِيَّةِ وَإِنَّمَا يَتَفَا
ضَلُونَ بِمَا يَخْتَصُّونَ بِهِ مِنَ الْمَعَارِفِ الْجَلِيلَةِ وَالْأَعْمَالِ الْجَمِيلَةِ وَ ذَلِكَ

- | | | |
|----------------------------|----------------------------|-----------------------|
| (۱) (سورہ مؤمنون - آیت ۴۷) | (۲) (سورہ فرقان - آیت ۵۴) | (۳) (سورہ ص - آیت ۸۱) |
| (۴) (سورہ مدثر - آیت ۳۵) | (۵) (سورہ قمر - آیت ۶۴) | |
| (۶) (سورہ یس - آیت ۱۵) | (۷) (سورہ مؤمنون - آیت ۴۷) | |
| (۸) (سورہ تغابن - آیت ۶) | (۹) (سورہ کہف - آیت ۱۱۰) | |

قَالَ بَعْدَهُ يُوحَىٰ إِلَىٰ تَنْبِيهَا أَنَّىٰ بِذَلِكَ تَمَيِّزٌ عَنْكُمْ

(مفردات راغب زیر لفظ بشر) بشرۃ ظاہر چمڑے کو کہتے ہیں۔ اور انسان کو اس اعتبار سے بشر کہتے ہیں کہ اس کا چمڑا بالوں سے ننگا ہوتا ہے برخلاف دیگر حیوانات کے جن کے صوف اور بال اور پشم ہوتی ہے۔ اور لفظ بشر میں واحد اور جمع برابر ہوتے ہیں اور اس کا تشبیہ آجاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے (فرعونیوں کے قول سے) فرمایا ”کیا ایمان لائیں ہم واسطے دو بشروں کے“ اور قرآن میں انسان کا ہر عضو جس سے انسان کا جشہ اور اس کا ظاہر جسم مراد ہو سکتا ہے اسے لفظ بشر سے مخصوص کیا گیا ہے، جیسا کہ فرمایا ”وہ اللہ وہ ذات ہے جس نے پیدا کیا پانی سے بشر کو“۔ اور نیز فرمایا ”تحقیق میں پیدا کرنے والا ہوں گیلی مٹی سے بشر کو“ اور جب کفار نے انبیاء علیہم السلام کی طرف سے آنکھ بند کر لی تو اسی بات کو ملحوظ رکھا۔ چنانچہ انہوں نے کہا ”نہیں ہے یہ (قرآن) مگر قول بشر کا“۔ نیز اللہ تعالیٰ نے (شمودیوں کا قول) نقل کیا۔ ”کیا ہم پیروی کریں اپنے میں سے ایک بشر کی جو ہماری مانند ہے“۔ نیز (اہل انطاکیہ کا قول) نقل کیا۔ ”نہیں ہو تم مگر بشر مثل ہماری“۔ نیز (فرعونیوں کا قول کہ) ”آیا ہم مان لیں دو بشروں کو جو ہماری مانند ہیں“ نیز (عام کفار کی نسبت) فرمایا ”پس کہا انہوں نے کیا ہم کو ہدایت کرتے ہیں بشر“ اور اسی بنا پر آنحضرت ﷺ نے (اپنی بابت) فرمایا ”سوائے اس کے نہیں کہ میں ایک بشر مانند تمہاری ہوں“ اس بات کو واضح کرنے کے لیے کہ تمام لوگ بشریت میں برابر ہیں۔ اور سوائے اس کے نہیں کہ وہ فضیلت رکھتے ہیں بڑے بڑے معارف میں اور اعمال صالحہ میں۔ اور اسی لئے اس کے بعد کہا یوحیٰ اَلِیَّ یعنی میری طرف (اللہ تعالیٰ کی) وحی آتی ہے۔ اس بات پر تنبیہ کرنے کے لیے کہ تحقیق میں اسی بات میں تم سے ممتاز ہوں۔

۴۔ اسرار اللغۃ: اسرار اللغۃ میں مذکورہ بالا محاورات و احادیث کے علاوہ اور احادیث و محاورات بھی دیئے ہیں (۱) فَلْيُبَشِّرْ (بہ ضمہ شین ہے) یہ بَشَّرْتُ اِلَّا دِيمَ اَبَشْرُهُ سے نکلا ہے۔ یعنی میں نے چمڑے کو چھیل ڈالا (۲) بَشَّرَا دِمِي۔ آدمی کی کھال اوپر کی طرف ہے۔

(۳) اَنْفَقُوا الْبَشْرَةَ۔ شرمگاہ (کے چمڑے) کو پاک صاف کرو۔

نتیجہ و خلاصہ مطلب:

ان سب حوالہ جات لغویہ و حدیثیہ سے روشن ہو گیا کہ لفظ بَشْر کے معنی میں ظاہر چمڑا اور اس کی مختلف صورتیں جو عربی زبان میں مستعمل ہیں ان سب میں یہ معنی ملحوظ ہیں۔ اور نوع انسانی کو اس لیے بشر کہتے ہیں کہ اس کا چمڑا ظاہر اور ننگا ہے۔ آنحضرت ﷺ گوشت پوست اور جمیع اعضائے بدن میں اسی طرح کے تھے اور اس حقیقت سے انکار نہیں ہو سکتا۔ اس لئے آپ کی بشریت سے انکار کرنا متواترات، مشاہدات اور لغت و احادیث کی تصریحات کا انکار ہے اور یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ جسمانی ڈھانچے میں انبیاء اور غیر انبیاء ایک جیسے ہوتے ہیں۔ ان کی امتیازی شان و فضیلت اللہ تعالیٰ کی وحی سے مشرف ہونے اور اس کے اثر سے دوسروں پر ان کے انوار قلبیہ اعمال صالحہ اور اخلاق فاضلہ کے عکس کے پڑنے میں ہے نہ کہ بشری عوارض سے مبرا ہونے میں جیسا کہ کفار کا زعم باطل تھا اور قرآن نے اس کی جا بجا تردید کی ہے۔

کفار کا شبہ اور اس کا ازالہ:

سورہ بنی اسرائیل کی آیت اور سابقاً مفردات راغب کی عبارت سے واضح ہو چکا ہے کہ عام کفار کو ہمیشہ یہ شبہ عارض رہا کہ بشر اللہ تعالیٰ کا رسول نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ گوشت پوست اور جسمانی صورت و شکل میں ہماری مثل ہے بیوی بال بچوں کے تعلقات میں ہماری

مانند ہے، کھانے پینے، چلنے پھرنے، جاگنے اور دیگر عوارض بشریہ اور امور طبعیہ میں ہمارے برابر ہے۔ موت اور حوادث کا محل ہونے میں ہماری طرح ہے۔

اگرچہ ان باتوں کا جواب مختصراً انہی مقامات پر بیان کر دیا گیا۔ لیکن ناظرین کی تفہیم کے لیے ہم اسے کسی قدر تفصیل سے بھی بیان کرتے ہیں۔
۱۔ ساتویں پارہ میں فرمایا:

وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ إِذْ قَالُوا مَا أَنزَلَ اللَّهُ عَلَيْنَا بَشَرًا مِّنْ شَيْءٍ ؕ ط قُلْ مَنَ أَنزَلَ الْكِتَابَ الَّذِي جَاءَ بِهِ مُوسَىٰ (سورہ انعام۔ آیت ۹۲)

”اور نہیں جانی انہوں نے قدر اللہ تعالیٰ کی حق اُس کی قدر کا جبکہ کہا انہوں نے نہیں اتاری اللہ نے اوپر کسی بشر کے کوئی شے کہہ کس نے اتاری وہ کتاب جو کہ آیا موسیٰ ساتھ اس کے۔“

تشریح: اس آیت میں کفار کا مذہب بھی مذکور ہے کہ وہ کہتے ہیں۔ ”کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بشر پر بھی کچھ نازل نہیں کیا“ اللہ تعالیٰ نے ان کو مسلمہ امور سے سوال کر کے سمجھایا کہ جو بزرگ و محترم کتاب (مراد ہے تورات) حضرت موسیٰ علیہ السلام لے کر آئے تھے وہ کس پر نازل کی تھی؟

قرآن شریف کا یہ جواب اس صورت میں درست ہو سکتا ہے کہ توریت اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب ہو اور موسیٰ علیہ السلام جن پر وہ نازل گئی جنس بشر سے ہوں۔ سو یہ معلوم و مسلم ہے کہ توریت اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب ہے اور یہ بھی معلوم و مسلم ہے کہ موسیٰ علیہ السلام جنس بشر تھے۔ فرعونوں نے ان پر ایمان لانے سے اسی وجہ سے انکار کیا تھا کہ وہ ان کو اپنی طرح کے انسانی جامہ میں دیکھتے تھے۔ وہ ان کے خاندان کو جانتے تھے اور ان کے بھائی بندوں کو پہچانتے تھے۔ چنانچہ دوسرے مقام پر قرآن شریف میں مذکور ہے۔

فَقَالُوا أَنْزِلْ لَنَا آيَةً مِثْلَ آيَةِ مُوسَىٰ (سورہ مومنون - آیت ۴۷) ”پس کہا انہوں نے کہ کیا ہم لائیں ایمان اپنی طرح کے دو بشروں (موسیٰ) ہارون) پر اور قوم ان کی ہماری غلام ہے۔“

یعنی وہ جنسیت (بشریت) میں ہمارے برابر ہیں حیثیت میں ہم سے کمتر ہیں۔ کہ ہم شاہی قوم ہیں اور وہ ہمارے غلام و ماتحت ہیں پس ہم اپنے ہم جنسوں کو جو ہم سے کم رتبہ ہیں کس طرح اللہ تعالیٰ کے رسول مان لیں؟

غرض موسیٰ علیہ السلام جنس بشر سے تھے، عمران ان کے باپ تھے۔ یوحنا ان کی والدہ تھیں۔ ہارون نبی اللہ علیہ السلام ان کے بڑے بھائی تھے۔ مریم ان کی بڑی بہن تھی۔ ان کی والدہ ان کی بہن اور ان کے بھائی کے بعض واقعات و حالات قرآن مجید میں مذکور ہیں۔ پس منکرین نبوت محمد ﷺ کو قرآن شریف کا جواب موسیٰ علیہ السلام پر توریت کے نزول من اللہ ہونے کی صورت میں بالکل درست ہے۔

اس جواب کا منطقی پہلو: منطقی طریق پر اس جواب کا بیان یوں ہے کہ کفار کا قول۔ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَيَّ بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ سَابِغٍ كَلِيَةٍ صَوْرَتِہٖ۔ اور اللہ تعالیٰ کا الزامی جواب مِّنْ أَنْزَلَ الْكِتَابَ الَّذِي جَاءَ بِهِ مُوسَىٰ مُوجِبِہٖ جَزَآئِہٖہٗ جَوَاسِہٖہٗ کی نفی ہے۔ جب یہ موجبہ جزئیہ صادق ہوا تو اس کی نفی سَابِغٍ کَلِیَہٗ بالضرور کا ذب ہوئی پس کفار کا قول باطل ہے۔

(۲) حضرت ہود علیہ السلام کی قوم نے آپس میں حضرت ہود علیہ السلام کی بابت کہا تھا۔ مَا هَذَا إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يَأْكُلُ مِمَّا تَأْكُلُونَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُونَ ۚ وَلَئِنْ اطَّعْتُمْ بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ إِنَّكُمْ إِذَا لَخَسِرُونَ ۚ (سورہ مومنون - آیت نمبر ۳۳-۳۴)

”نہیں ہے یہ شخص مگر بشر مثل تمہاری، کھاتا ہے جس میں سے تم کھاتے ہو، اور پیتا

ہے جس میں سے تم پیتے ہو۔ اور اگر اطاعت کی تم نے ایک اپنے جیسے بشر کی تو تم اس وقت ہو جاؤ گے گھانا پانے والے۔“

(۳)۔ اسی طرح کفار مکہ نے آنحضرت ﷺ کی نسبت کہا۔ وَقَالُوا مَالِ هَذَا الرَّسُولِ

يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِي فِي الْأَسْوَاقِ ط (سورہ فرقان۔ آیت نمبر ۷)

”اور کہا انہوں نے“ کیا ہے اس رسول ﷺ کو کہ کھاتا ہے کھانا اور چلتا ہے بازاروں میں۔“ اور قرآن شریف کی نسبت کہا۔

إِنْ هَذَا إِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ط (سورہ مدثر آیت ۲۵)

”نہیں ہے یہ (قرآن) مگر کلام بشر کا۔“

تشریح: کفار کے ان اقوال کی یہ وجہ تھی کہ انہوں نے انبیاء اللہ علیہم السلام کو گوشت پوست،

صورت، شکل، اعضاء، امور طبعیہ و عوارض بشریہ میں اپنی مثل دیکھا تو ان پر ایمان لانے اور

ان کی اطاعت سے انکار کر دیا۔ اور یہ نہ سمجھے کہ نبی کی اطاعت کا موجب یہ امور نہیں ہیں۔

بلکہ یہ ہے کہ وہ خطاب ربانی کا محل ہے اور رسول کی اطاعت حقیقت میں اس کے بھیجنے

والے اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ جیسا کہ فرمایا:

وَمَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ ط (سورہ النساء۔ آیت ۸۰)

یعنی جو اس پیغمبر کی اطاعت کرے گا پس اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔“

(۴) چوبیسویں پارے میں فرمایا:

وَقَالُوا قُلُوبُنَا فُتِنًا مِمَّا تَدْعُونَا إِلَيْهِ وَفِي آذَانِنَا وَقْرٌ وَمِنْ بَيْنِنَا

وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فَأَعْمَلْ إِنَّا عَامِلُونَ ۝ قُلْ إِنَّمَا آتَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ يُوحِي إِلَيَّ أَنَّمَا

الْهَكْمُ إِلَهُ وَاحِدٌ فَاسْتَقِيمُوا إِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوهُ ط وَوَيْلٌ لِلْمُشْرِكِينَ ۝ (سورہ حم

عجدہ۔ آیت ۶۵)

”اور کہا انہوں نے کہ ہمارے دل پردوں میں ہیں اس سے جس کی طرف تو ہم کو بلاتا ہے۔ اور ہمارے کانوں میں بوجھ ہے اور ہمارے اور تیرے درمیان ایک حجاب ہے۔ پس تو بھی عمل کر اور ہم بھی عمل کرنے والے ہیں۔ کہہ تو (اے نبی) بات صرف یہی ہے کہ میں تمہاری مانند ایک بشر ہوں۔ وحی کی جاتی ہے میری طرف کہ سوائے اس کے نہیں کہ معبود تمہارا ایک ہی معبود ہے پس تم سیدھے ہو کر اسی کی طرف منہ کر لو۔ اور اس سے بخشش مانگو۔ اور ویل (ہلاکت) ہے (اللہ تعالیٰ کے) شریک گردانے والوں کے لیے۔“

تشریح: اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کے مقابلے میں کفار کے مختلف اقوال ذکر کئے اور ہر ایک کا الگ الگ جواب دیا ہے۔ سب سے پہلے یہ فرمایا اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ۔ یعنی اے پیغمبر! ان سے کہو کہ میں تمہاری طرح کا ایک بشر ہوں۔“ اسے کفار کے قول وَمِنْ بَيْنِنَا وَبَيْنَكَ حِجَابٌ سے مناسبت ہے۔ یعنی سمجھایا کہ تم جو کہتے ہو کہ ہمارے اور تمہارے درمیان ایک بڑا حجاب (پردہ) ہے تو جب میں تمہارا ہم جنس ہوں تو ہم جنسوں میں (پردہ) حجاب کیا؟ اور میری دعوت تو حید پر جو تم کہتے ہو قُلُوبُنَا فِيْ اَكِنَّةٍ۔ یعنی یہ کہ ہمارے دل ان کو قبول نہیں کر سکتے۔“ سون لو کہ میرا مذہب اور میری دعوت وہی ہے جو میری طرف اللہ تعالیٰ کی جانب سے وحی ہوتی ہے اور وہ بالکل صاف اور سیدھی بات ہے کہ معبود کئی ایک نہیں ہیں بلکہ صرف وہی ایک ذات برحق ہے۔

کہ ہے ذات واحد عبادت کے لائق

زبان اور دل کی شہادت کے لائق

اور تم بے رخ ہو کر جو یہ کہتے ہو فَاَعْمَلْ اِنَّا عَامِلُونَ یعنی تم اپنے مذہب پر عمل کئے جاؤ ہم اپنے مذہب پر چلیں گے۔ سو یہ درست نہیں۔ بلکہ تم سیدھی اور صاف بات تو حید کو قبول کر کے سیدھے منہ اللہ تعالیٰ کی طرف رخ کر لو فَاَسْتَقِيْمُوا اِلَيْهِ۔ پس ان کی ہر ایک

بات کا نہایت مختصر اور سنجیدہ اور معقول جواب دیا۔ اور اپنی امتیازی حیثیت یہ بتائی کہ مجھ پر

اللہ تعالیٰ کی وحی آتی ہے۔

مجھے حق نے دی ہے بس اتنی بزرگی

کہ ہوں بندہ اس کا اور اپنی بھی

یعنی بشریت میں ہم سب برابر ہیں۔ تم نرے بشر ہو۔ اور عام انسان ہو اور رسول نہیں۔ لیکن میں بشر اور رسول دونوں امور کا جامع ہوں، تم کہتے ہو کہ ہم اپنے جیسے بشر کی اطاعت نہیں کر سکتے میں کہتا ہوں کہ میں بشریت کی وجہ سے اطاعت نہیں کرتا بلکہ اللہ تعالیٰ کا رسول ہونے کی وجہ سے واجب الاطاعت ہوں، وَاسْتَغْفِرُوهُ اور توحید کو قبول کر کے گزشتہ گناہوں کی رعب سے بخشش مانگو اور ضد و عناد چھوڑ دو۔ اور اگر تم شرک پر مصر رہو گے تو یاد رکھو۔ وَوَيْلٌ لِلْمُشْرِكِينَ۔ یعنی ویل ہے واسطے مشرکوں کے جو ہوش و حواس کے ہوتے ہوئے شرک سے توبہ نہ کریں اور ان کا خاتمہ شرک پر ہو جائے تو اس کی بخشش ہرگز نہ ہوگی۔

(۵) وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَآئِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِيَ بَأْذَنِهِ مَا يَشَاءُ ط إِنَّهُ عَلَىٰ حَكِيمٍ (سورہ شوریٰ آیت نمبر ۵) ”اور کسی آدمی کے لیے ممکن نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے بات کرے مگر الہام (کے ذریعے سے) یا پردے کے پیچھے سے یا کوئی فرشتہ بھیج دے تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے جو اللہ تعالیٰ چاہے القا کرے۔ بے شک وہ عالی رتبہ اور حکمت والا ہے۔“

تشریح: اس آیت میں کسی انسان کے ہم کلام ہونے کے تین طریقے بتائے گئے ہیں۔ اول

۱۔ پیام پہنچانے والے یعنی پیغمبر۔ اور بزرگی ایک انسان کے لئے بے حد اونچی ہے جس سے اونچی ممکن نہیں۔ اپنی مراد اذکیہ اور عام قاصد لینا بالکل ناموزوں ہے (فاروقی)

(الہام قلبی) یعنی دل میں کوئی امر القا کر دینا۔

چنانچہ ”صراح میں وحی کے معنی لکھے ہیں ”در دل افگندن“

دوم: غیب سے پس پردہ آواز کا سنائی دینا جسے اللہ تعالیٰ کا نبی بوجہ مناسبت قلبی و مواسبت معارف الہیہ پہچان لیتا ہے کہ یہ آواز اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جس طرح ہم میں سے کوئی روزمرہ کے جانے پہچانے شخص کی آواز کو دیوار کے پیچھے سے پہچان لیتا ہے کہ یہ فلاں شخص کی آواز ہے۔ اور وہ غیبی آواز صرف وہ نبی ہی سن سکتا ہے۔ دوسرے اشخاص جو اگرچہ اس کے پاس ہوں نہیں سن سکتے۔ جس طرح کہ ٹیلیفون سے آتی ہوئی آواز وہی شخص سن سکتا ہے جس کے کان سے ٹیلیفون کا ریسپور لگا ہو اور دوسرا شخص نہیں سن سکتا۔ اگرچہ وہ پاس ہی کھڑا ہوتا ہے۔ (۱)

سوم: فرشتہ کی معرفت پیغام پہنچنا جس طرح کہ جبریلؑ آ حضرت ﷺ کے پاس قرآن شریف کی وحی لے کر آتے رہے۔

ان ہر سہ طریقوں کو بشر سے مخصوص کیا ہے اور یہی تین طریقے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام سے کلام کرتا ہے۔

نتیجہ: اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرات انبیائے کرام علیہم السلام اللہ کے نزدیک بشر ہیں اور کسی چیز کی حقیقت جو کچھ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہے وہی واقعی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا علم حقیقی ہے سطحی نہیں۔

(۱) یہ مثال صرف سمجھانے کے لئے ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ وحی کی کچھ بھی گنگناہٹ اور جھنجھناہٹ غیر نبی نہیں سن سکتا ٹیلیفون کی گنگناہٹ بسا اوقات ساتھی سن لیتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ اسے سمجھ نہیں سکتا بہر حال وحی بہت مخفی ہوتی ہے۔ (فاروقی)

آنحضرت ﷺ کے حلیہ مبارک سے استدلال:

سابقاً گذر چکا ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنا حلیہ ابراہیم علیہ السلام کے حلیہ پر بتاتے ہیں۔ یہ تو اوپر کی طرف سے آبائی مشابہت ہے۔ اب نیچے کی طرف سے یعنی اولاد کی طرف سے مشابہت بھی ملاحظہ فرمائیے۔

حدیثوں سے ثابت ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی لخت جگر اور ان کے دونوں فرزند حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم آنحضرت ﷺ کے حلیہ پر تھے۔ (۱) حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تو صورت سیرت، رفتار، گفتار، غرض سب امور میں حضور ﷺ کے مشابہ تھیں۔ گویا بیٹی اپنے باپ کی یادگار تھیں۔ یا یوں سمجھئے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دیکھنے سے آنحضرت ﷺ یاد آ جاتے تھے۔

نتیجہ: حضرت، فاطمہ اور حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم سب بنی آدم انسان اور بشر تھے۔ جب اولاد بشر ہے تو باپ ابن آدم انسان اور بشر کیوں نہیں؟ حیرانی ہے کہ ایک شخص کے آباؤ اجداد بھی بشر و انسان ہوں۔ اور اس کی اولاد و احفاد بھی بشر و انسان ہو۔ اور وہ خود انسان و بشر نہ ہو؟

آنحضرت ﷺ کے نسب نامہ سے استدلال:

اللہ تعالیٰ نے اٹھارہویں پارہ میں فرمایا۔ اَمْ لَمْ يَعْرِفُوا رَسُوْلَهُمْ فَهُمْ لَهٗ مُنْكَرُوْنَ۔ (سورہ مومنون۔ آیت ۶۹) ”کیا انہیں پہچانا انہوں نے اپنے رسول کو پس وہ اس کا انکار کرتے ہیں۔ یا اس سے انجان بنتے ہیں۔“

اس آیت کی تفسیر میں ”معالم التنزیل“ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل

(۱) بخاری، کتاب المناقب: باب علامات النبوة فی الاسلام ج ۲۳۳ و کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ ج ۲۸ ص ۳۷

۳۷۵۰ ترمذی، کتاب المناقب: باب ماجاء فی فضل فاطمہ رضی اللہ عنہا ج ۲ ص ۳۸۷

ہے قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَلَيْسَ قَدْ عَرَفُوْا مُحَمَّدًا صَغِيْرًا وَّ كَبِيْرًا وَّ عَرَفُوْا اَنْسَبَهٗ وَصِدْقَهٗ وَاَمَانَتَهٗ۔ ”کیا نہیں پہچانا انہوں نے محمد ﷺ کو بچپن میں بھی۔ اور بڑی عمر میں بھی؟ اور پہچانا انہوں نے آپ ﷺ کے نسب کو بھی۔ اور آپ کے صدق کو بھی اور آپ ﷺ کی امانتداری کو بھی۔“

حبر امت مفسر قرآن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اس قول سے واضح ہے کہ آنحضرت ﷺ کے علو نسب کو اللہ تعالیٰ نے آپ کی نبوت کی معرفت کے اسباب میں ملحوظ رکھا ہے۔ اور ہجرت حبشہ کے وقت شاہ نجاشی کے سامنے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے بھی اسے پیش کیا۔ (۱)

اور ابوسفیان نے بھی ہر قل شاہ روم کے سامنے اس کا اقرار کیا (۲) اور خود آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى كَنَانَةَ مِنْ وَلَدِ اسْمَاعِيْلَ وَاصْطَفٰى قُرَيْشًا مِنْ كَنَانَةَ وَاصْطَفٰى مِنْ قُرَيْشٍ بَنِيْ هَاشِمٍ فَاَصْطَفَا نَبِيْ مِنْ بَنِيْ هَاشِمٍ۔ (۳) ”تحقیق اللہ تعالیٰ نے برگزیدہ کیا کنانہ کو اولاد اسماعیل علیہ السلام سے۔ اور برگزیدہ کیا قریش کو کنانہ سے اور برگزیدہ کیا قریش سے بنی ہاشم کو۔ اور برگزیدہ کیا مجھ کو بنی ہاشم سے۔“

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ کئی ایک آباء و اجداد کے واسطے سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام بشر انسان تھے چونکہ آباء و اجداد اور احفاد کی حقیقت اور ذات ایک ہوتی ہے۔ اس لئے آنحضرت ﷺ کے نسب

(۱) مسند احمد (۲۰۱/۱-۲۰۲)

(۲) بخاری کتاب بدء الوحي: باب كيف كان بدء الوحي الى رسول الله ﷺ ج ۷، مسلم کتاب الجهاد: باب كتب النبي ﷺ

الى هرقل ج ۳ ص ۱۷۷

(۳) مسلم کتاب الفضائل: باب فضل نسب النبي ﷺ ج ۶ ص ۲۷۲

کی معرفت بھی ضروری ہے۔ اسی لئے ہمارے پہلے بزرگ کہا کرتے تھے۔ کہ آنحضرت ﷺ کی چار پشتیں یاد کرنی ضروری ہیں۔ جو اس طرح ہیں۔

محمد ﷺ بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف۔ کتب احادیث (۱) وغیرہ اور کتب سیر (ابن جریر طبری وغیرہ) میں آنحضرت ﷺ کا نسب نامہ برابر مذکور ہے۔ اور اس میں کسی فرد مخالف یا موافق کو تردد و شک نہیں ہے۔ کہ آپ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل سے ہیں اور اس میں بھی شک نہیں کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بڑے بیٹے ہیں۔ اور اس میں بھی شک نہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ اور اس میں بھی شک نہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ پس آنحضرت ﷺ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ آدم علیہ السلام کا نام اللہ تعالیٰ نے بشر فرمایا۔ اس لئے آپ کی اولاد بھی بشر ہے۔

ایک اور طریق سے استدلال:

یہ یقینی بات ہے کہ آپ ﷺ طاہرۃ الذیل حضرت آمنہ کے بطن پاک اور جوان عقیف عبد اللہ بن عبد المطلب کی بابرکت پشت سے پیدا ہوئے۔ اور یہ بھی یقینی امر ہے کہ جو پیدا ہوا وہ کبھی ضرور فوت بھی ہوگا۔ اس بناء پر کفار مکہ آنحضرت ﷺ کی موت کے منتظر تھے اور اپنے خیال ہی سے خوش ہوتے اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا۔

وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ أَفَإِنْ مِتَّ فَهُمُ الْخَالِدُونَ۔ (سورہ انبیاء۔ آیت ۳۴) ”(اے پیغمبر) اور نہیں کیا ہم نے واسطے کسی بشر کے تجھ سے پہلے ہمیشہ جینا۔ پس (اے پیغمبر) اگر تو فوت ہو جائے گا تو کیا یہ لوگ ہمیشہ جیتے رہیں گے؟ (یعنی یہ بھی ہمیشہ نہیں جیئیں گے۔ پس ان کی خیالی خوشی بے فائدہ ہے)۔

اس آیت سے ہم آنحضرت ﷺ کی بشریت پر اس طرح استدلال کرتے ہیں۔ کہ اگر آنحضرت ﷺ جنس بشر سے نہ ہوں تو (معاذ اللہ) قرآن شریف کا یہ جواب درست نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ بموجب تصریح تفسیر جامع البیان و تفسیر السراج المنیر کے کفار آنحضرت ﷺ کی موت کے منتظر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا۔ کہ ہمیشہ کی زندگی کسی بشر کو نہیں ہوگی۔ پس قرآن شریف کے جواب کی درستی کی بنا پر لازماً ماننا پڑے گا۔ کہ آنحضرت ﷺ جنس بشر سے ہیں۔

(۲) اسی طرح حدیث میں ہے کہ آپ جب حجتہ الوداع سے واپس لوٹے تو رستے میں غدریم کے موقع پر آپ نے لوگوں کو خطبہ سنایا جس میں حسبِ عادت اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کہی اور وعظ و تزکیہ کی۔ پھر فرمایا۔

أَمَّا بَعْدُ أَلَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ يُؤْمِسُكُمْ أَنْ يَأْتِيَنِي رَسُولُ رَبِّي فَأَجِبُ الْحَدِيثُ۔ (۱)

”اے لوگو! سن رکھو۔ میں ایک بشر ہوں قریب ہے کہ مجھے رب کا فرشتہ (ملک الموت) آ لے۔ پس میں اسکو قبول کر لوں۔“

اس حدیث میں آپ اپنی موت کے قریب ہونے کی خبر دیتے ہیں اور موت کی بناء اس بات پر رکھتے ہیں کہ میں ایک بشر ہوں۔

تغییر حالات کی پیش گوئی:

مخبر صادق رسول اللہ ﷺ نے زمانہ کے مختلف تغیرات کی خبر دی ہے۔ سیاسیات میں صدق و امانت میں، معاشرت میں، عادات و اخلاق میں، چال چلن میں، عفت و حیا میں

صداقت و وفا میں عدل و انصاف میں حتیٰ کہ عقائد و عبادات میں بھی اور یہود و نصاریٰ کی روش کی پیروی کرنا (۱) مسلمانوں میں سے بعض کا مشرکین میں سے مل جانا اور ایک جماعت کا بت پرستی بھی کرنے لگ جانا۔ (۲) یہ سب تغیرات احادیث میں بالتصریح مذکور ہیں۔

عقیدہ و عبادات کے تغیرات میں یہ بھی ہو کر رہا۔ کہ فرط محبت و تعظیم کی وجہ سے جس قسم کا اعتقاد ہندوؤں نے کرشن جی کے اور عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق تراشا اسی قسم کا اعتقاد اب اس امت مرحومہ میں آنحضرت ﷺ کے متعلق پیدا کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اور جو روش ان کے غلط رو علما اور نفس پرست مشائخ و فقراء نے عوام کی ذہنیت کے بگاڑنے اور غلط طریق استدلال سے ان کو مشرک نہ الجھنوں میں پھنسائے رکھنے میں اختیار کی تھی۔ اور اس کا نام کرشن جی کی اور حضرت مسیح علیہ السلام کی تعظیم و محبت رکھا تھا۔ اس طرح اس زمانہ کے غلط رو علما اور نفس پرور مشائخ اور پیروں نے بھی ہندوؤں اور عیسائیوں کی روش پر جناب رسول اللہ ﷺ کی محبت و تعظیم کے نام پر خفی سنی اور مجددی کہلاتے ہوئے غلط طریق استدلال اور عامیانہ اوہام سے عوام کی ذہنیت کو بگاڑ دیا ہے۔

اسی طرح اس سے پہلے شیعہ صاحبان حب اہل بیت حب علی حب حسین رضی اللہ عنہما کے نام سے امت مرحومہ کے ایک بہت بڑے حصے کو غلط راستے پر ڈال دینے میں کامیاب ہو چکے ہیں۔

ان نام نہاد سنیوں کے نزدیک یہی غلو اگر ہندو کرشن جی کے متعلق کریں تو وہ کافر و مشرک سمجھے جاتے ہیں۔ اور اگر عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق کریں۔ تو وہ بھی کافر و مشرک۔ اور اگر شیعہ لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہم یا دیگر اہل بیت کے متعلق کریں۔ تو غالی

(۱) بخاری کتاب الاعتقاد: باب قول النبی ﷺ "لست بعن سنن من کان قبلکم" ج ۳۲۰ مسلم کتاب العلم باب

اتباع سنن الیہود و النصاریٰ ج ۲۶۹

(۲) ابوداؤد کتاب القنن: باب ذکر القنن و دلائلھا ج ۱۲۵۲ ابن صاحب کتاب القنن: باب ما یكون من القنن ج ۳۹۵۲

ملحد کہلائیں لیکن اگر وہ خود یہی اعتقاد حضرت رسول اللہ ﷺ کی نسبت یا جناب سید عبدالقادر جیلانی کی نسبت یا جناب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی نسبت رکھیں۔ تو یہ مسلمان کے مسلمان؟ اور سنی؟ مولانا حالی مرحوم نے اسی قسم کے مسلمانوں اور سنیوں کی نسبت کیا خوب کہا ہے۔

کرے غیر گربت کی پوجا تو کافر جو ٹھہرائے بیٹا خدا کا تو کافر
جھکے آگ پر بہر سجدہ تو کافر کو اکب میں مانے کرشمہ تو کافر
مگر مومنوں پر کشادہ ہیں راہیں پرستش کریں شوق سے جس کی چاہیں
نبی ﷺ کو جو چاہیں اللہ کر دکھائیں اماموں کا رتبہ نبی ﷺ سے بڑھائیں
مزاروں پہ دن رات نذریں چڑھائیں شہیدوں سے جا جا کے مانگیں دعائیں
نہ توحید میں کچھ خلل اس سے آئے نہ اسلام بگڑے نہ ایمان جائے
وہ دیں جس سے توحید پھیلی جہاں میں ہوا جلوہ گر حق زمین وزماں میں
رہا شرک باقی نہ وہم وگماں میں وہ بدلا گیا آکے ہندوستان میں
ہمیشہ سے اسلام تھا جس پہ نازاں وہ دولت بھی کھو بیٹھے آخر مسلمان

پولوس نے دین عیسوی کو کس طرح بدلا؟

پولوس جس کا پہلا نام شاؤل تھا ایک ذی اقتدار یہودی تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موجودگی میں وہ دین عیسوی کا سخت دشمن رہا۔ عیسائیوں کو ستانا، دکھ پہنچانا، قید و بند میں ڈالنا، مارنا پیٹنا اور قتل کرنا اس کے دل پسند اور مرغوب کام تھے۔ لیکن جب باوجود اس کے تحریک عیسویت پر اس کا کچھ بھی اثر نہ پڑا تو اس نے پہلو بدلا۔ اور اپنے آپ کو اس طریق پر عیسائی ظاہر کیا۔
”جب میں سفر کرتا کرتا دمشق کے نزدیک پہنچا تو ایسا ہوا کہ دوپہر کے قریب یکا یک ایک بڑا نور آسمان سے میرے گرد آچمکا۔ الخ (اعمال - ۶۲۲) مسیحی نوشتوں میں اس بات

کا کچھ بھی ثبوت نہیں کہ اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کسی شاگرد کی صحبت کی ہو۔ اور اس دین عیسوی کا علم حاصل کیا ہو۔ حسب ضرورت وہ اپنا ایمان اپنا طریق و عمل بلکہ اپنی ذات بھی بدل لیتا تھا۔ اور کام نکال لیتا تھا۔ وہ خود کہتا ہے۔

”میں یہود کے لئے یہودی بنا تا کہ یہودیوں کو کھینچ لاؤں۔ جو لوگ شریعت کے ماتحت ہیں۔ ان کیلئے میں شریعت کے ماتحت بنا۔ تا کہ شریعت کے ماتحتوں کو کھینچ لاؤں۔ اگرچہ خود شریعت کے ماتحت نہ تھا۔ بے شرع لوگوں کے لئے بے شرع بنا تا کہ بے شرع لوگوں کو کھینچ لاؤں۔“ (پولوس کا پہلا خط کرنتھیوں کے نام باب ۲۰۹)۔

وہ ضرورت کے وقت کبھی فریسی (۱) کبھی عبری (۲) اور کبھی رومی (۳) بھی بن جاتا ہے۔ اور اپنی جان واقع شدہ مصیبت سے بچا لیتا ہے۔ کبھی ختنہ کو جو آل ابراہیم میں دائمی سنت اور اللہ تعالیٰ کا عہد ہے۔ ہیچ و ناجیز بنا دیتا ہے اور کبھی ضرورت کے وقت کسی دوسری غیر مختون قوم کے نو مرید کا ختنہ بھی کر دیتا اور مطلب نکال لیتا ہے۔

یہ تو پولوس کی عام روش کا حال ہے۔ اب دیکھئے کہ اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انسان سے پیدا شدہ مان کر بھی اللہ کا بیٹا بنا دیا۔ وہ رومیوں کو لکھتا ہے:

(۱) ”پولوس کی طرف سے جو یسوع مسیح کا بندہ ہے اور رسول ہونے کیلئے بلایا گیا اور اللہ تعالیٰ کی اس خوشخبری کیلئے مخصوص کیا گیا ہے۔“

(۲) جس کا اس نے پیشتر سے اپنے نبیوں کی معرفت کتاب مقدس میں۔

(۳) اپنے بیٹے ہمارے خداوند یسوع مسیح کی نسبت : مدہ کیا کیا تھا۔ جو جسم کے اعتبار سے تو داؤد کی نسل سے پیدا ہوا۔

(۴) لیکن پاکیزگی کی روح کے اعتبار سے مردوں میں جی اٹھنے کے سبب قدرت کے ساتھ اللہ کا بیٹا ٹھہرا۔“

تھوڑی سی عقل کے ساتھ بھی آدمی سمجھ سکتا ہے کہ باپ بیٹے کا رشتہ پیدائشی ہوتا ہے۔ اور وہ جسمانی ہے۔ پس جب ایک شخص کو ابن داؤد تسلیم کر لیا اور وہ ماں کی طرف سے ہے بھی ابن داؤد۔ تو پھر وہ ابن اللہ کیسے ہو گیا؟ یہ علم منطق کی کوئی شکل ہے؟
لوقا اس سے بھی عجیب تر لکھتا ہے۔ وہ یوسف نجار اسرائیلی سے لیکر آدم علیہ السلام تک حضرت مسیح علیہ السلام کا نسب نامہ لکھ کر اخیر پر لکھتا ہے۔
”اور وہ شیث کا اور وہ آدم کا اور وہ اللہ کا تھا۔“

اگر حضرت عیسیٰ کے ابن اللہ ہونے کی بناء اس بات پر ہے کہ ان کا جدا مجد آدم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے تو ساری اولاد آدم اللہ تعالیٰ کے بیٹے بیٹیاں ہوں گی۔ حضرت مسیح علیہ السلام کی کیا خصوصیت رہی اور اگر کوئی اور وجہ خصوصیت کی ہے تو حضرت مسیح علیہ السلام کے نسب نامہ میں حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہنے کی کیا ضرورت؟ اور کیا فائدہ؟
یہ لوقا وہی ہیں۔ جنہوں نے اپنی کتاب ”اعمال“ میں پولوس کی شخصیت کو اہمیت دی۔ اور اپنی تصنیف میں اس کا پروپیگنڈا کیا۔ ورنہ حضرت عیسیٰ کے حواری تو اس کے عیسائی ہونے کی گواہی نہیں دیتے۔

غرض پولوس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم کے خلاف آپ کی محبت و تعظیم کا فریب دے کر دین عیسوی کو بگاڑا۔ اسی طرح آج کل کے بدعتی رہنما جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و تعظیم کے فریب سے کلمہ شہادت کے برخلاف امت مرحومہ کے سادہ لوگوں کی ذہنیت کو بگاڑ رہے ہیں۔ انا للہ!۔

راہِ انصاف:

اور راہِ انصاف یہ ہے۔ کہ جس طرح جسمانیات میں ہر شے کی مقدار اور حد مقرر ہے

اور شکل و صورت بھی ہوتی ہے اسی طرح معتقدات و ذہنیات کی بھی حد اور صورتِ واقعی ہوتی ہے۔ سب پیغمبروں کی خصوصاً سید المرسلین ﷺ کی محبت و اجبات سے ہے۔ کسی مومن کا دل اس سے خالی نہیں ہو سکتا۔ لیکن قاعدہ مذکورہ بالا کے مطابق اس کی حد اور صورت کو ملحوظ رکھنا بھی ضروری ہے۔ ایسا نہ ہو کہ عیسائیوں کی طرح غلو میں پڑ کر آنحضرت ﷺ کو مرتبہ الوہیت پر پہنچا دیں۔ (۱) مرتبہ الوہیت ذاتِ حق سے مخصوص ہے۔ الوہیت کے بعد عزت و تعظیم اور محبت و تکریم میں نبوت کا درجہ ہے۔ دیگر سب مناصب اس سے فروتر ہیں۔ جب کسی بزرگ ہستی کو نبی اور رسول اور اللہ تعالیٰ کا پیغمبر مان لیا تو صفات و حقوقِ الہیہ کے بعد سب عزت و حرمت اس میں لازماً مانی گئی۔

اسی طرح ولایت اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑی بزرگی کی چیز ہے۔ لیکن نبوت سے فروتر ہے۔ جملہ اولیاء اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں علیہم السلام کے تابعدار ہوتے ہیں۔ اور وہ ان کے احکام و سنن سے ذرہ بھر بھی سرتابی نہیں کر سکتے۔

پس محبت و تعظیم کی حقیقی اور واقعی صورت یہ ہے کہ اولیاء اللہ کو مقام نبوت تک نہ لے جائیں اور انبیاء کو الوہیت تک نہ پہنچائیں۔ تاکہ اسلام میں ہندویت اور نصرانیت داخل نہ ہو جائے۔ اسی معنی میں کہا گیا ہے۔ ع

”گر حفظ مراتب نہ کنی زندیقی“

یعنی تو مراتب کی حدود کی حفاظت نہیں کرتا تو تو زندیق و بے دین ہے۔

- (۱) جبکہ خود نبی کریم ﷺ نے عیسائیوں کی طرح غلو کرنے سے منع فرمایا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”لَا تُطْرُقُونِي كَمَا طُرِقَ النَّصَارَى ابْنُ مَرْيَمَ فَإِنَّمَا أَنَا عَبْدُهُ فَقُولُوا عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ“۔ (بخاری کتاب احادیث الانبیاء: باب قول اللہ تعالیٰ واذکر فی الکتاب مریم...) ح (۳۳۳۵) ”تم میرے متعلق مبالغہ آرائی نہ کرو جس طرح عیسائیوں نے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے متعلق مبالغہ کیا۔ بس! میں تو اس کا بندہ ہوں تم (مجھے صرف) اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہو“۔ لیکن افسوس ہم نے نبی کریم ﷺ کی اس نصیحت کو بھلا ڈالا ہے اور عیسائیوں سے بھی بازی لے گئے ہیں۔ العیاذ باللہ! (کاشف)

ہمدردانہ نصیحت :

پس اے مسلمان! جب تُو نے کلمہ شہادت اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ میں سب کی نفی کر کے مقام اَلوہیت کو ذاتِ حق سے خاص کر دیا۔ اور اُس کے بعد اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدٌ عَبْدُہ وَرَسُوْلُہ کہہ کر آنحضرت ﷺ کے لئے مرتبہ رسالت کو ثابت کیا۔ اور ہندوؤں اور نصرانیوں والی غلطیوں سے بچنے کے لئے آپ ﷺ کو عَبْدُہ بھی کہا۔ تو اب اگر کوئی مولوی یا پیر (چاہے وہ تیری نظر میں کتنا بھی معظم و مکرم ہو) اس کلمہ شہادت کے مفہوم کے خلاف کوئی ایسا عقیدہ سکھائے جو آنحضرت ﷺ کے مقام عبودیت کے خلاف ہو اور رسالت سے اوپر کے درجے کی تعظیم بتائے جو ذاتِ حق سے مخصوص ہے۔ تو تُو سمجھ لے کہ وہ مولوی اور وہ پیر تجھ کو اس کلمہ تو حید سے ہٹا رہا ہے جب تک تجھ میں یہ احساس باقی ہے تیرا ایمان سلامت ہے۔ اور جب تُو نے اس کلمہ شہادت کے مفہوم کے برخلاف کوئی آواز برداشت کر لی۔ اور اُسے اپنے دل میں جگہ دے دی اور محبت و تعظیم کے اصل مقام سے ادھر یا ادھر سرک گیا۔ تو تُو اُس ایمان پر قائم نہیں سمجھا جائیگا۔ جو آنحضرت ﷺ نے کلمہ شہادت سے تیرے دل میں جاگزیں کرنا اور تیری زبان سے اس کا اقرار کرنا چاہا تھا۔

کلمہ شہادت کے مفہوم کے خلاف تجھ کو جس قدر بھی دلائل سنائے جائیں تو ان کو ”پولوسی فریب کاری“ سمجھ۔ اور جو اولادِ آدم علیہ السلام سے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے اور عقیف عبد اللہ کی پشت اور طاہرۃ الذیل (پاک دامن) بی بی آمنہ کے لطن مبارک سے پیدا ہو کر اللہ تعالیٰ کی نبوت سے مشرف ہوا۔ اور دنیا جہان کے لئے موجب ہدایت و باعِثِ رحمت ہوا۔ اُس کے اپنے دعویٰ کے خلاف کسی کی نہ سن اللہ تعالیٰ نے عام طور پر سب زمین والوں اور سب آسمان والوں کے لئے فرمایا۔

اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اِلَّا اَتٰی الرَّحْمٰنِ عَبْدًا (سورہ

مریم۔ آیت ۹۳) ”نہیں کوئی آسمان اور زمین میں مگر آنے والا ہے۔ رحمن کے سامنے بندہ ہو کر۔“

اور بالخصوص حضرت مسیح علیہ السلام اور فرشتوں کی نسبت بالتصریح فرمایا۔ لَنْ يَسْتَنْكِفَ الْمَسِيحُ أَنْ يَكُونَ عَبْدَ اللَّهِ وَلَا الْمَلَائِكَةُ الْمُقَرَّبُونَ. (سورة النساء۔ آیت ۱۷۲) ”ہرگز نہیں عار مانتا مسیح اس بات کو کہ ہو وہ بندہ واسطے اللہ کے اور نہ ملائکہ مقربین عار جانتے ہیں۔“

ان ہر دو آیات میں سب کے لئے اور بالخصوص اُن کیلئے جن کو لوگ اللہ کا بیٹا یا بیٹیاں گمان کرتے تھے لفظ عبد کہا ہے۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ فداء ابی وامی کو بھی متعدد آیات میں لفظ عبد سے یاد کیا ہے۔ (۱) اور سب لوگ نماز کے التَّحِيَّات میں بھی نماز سے باہر کلمہ شہادت میں بھی عَبْدُہ و رَسُوْلُہ پڑھتے ہیں تو اب نصرانیوں اور ہندوؤں کی پیروی میں آنحضرت ﷺ کے لئے وہ باتیں تجویز نہ کرو جو ذاتِ حق سے مخصوص ہیں۔ کیونکہ حیثیتیں دو ہی ہیں۔ عبد اور معبود جب کوئی عبد ہے تو وہ کسی صورت میں اور کسی حالت میں معبودیت کے رتبے پر نہیں ہو سکتا۔ جملہ انبیاء اللہ عباد اللہ ہیں اور جملہ اولیاء اللہ عباد اللہ ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی معبودیت کے استحقاق والا نہیں ہے۔ جس غلط رو رہنمانے کسی قوم میں شرک کو رائج کرنا چاہا۔ اُس نے لوگوں کے ذہن میں یہی جمانا چاہا کہ عبد کی ایک حیثیت بوجہ ابن آدم ہونے کے عبد کی ہے اور دوسری حیثیت بوجہ انعام و اکرام کے معبودیت کی بھی ہے۔

پولوس کے مندرجہ بالا الفاظ دوبارہ پڑھئے۔ آپ کو یہ بات اُن میں صاف نظر آ جائے گی۔ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ابن آدم اور ابن داؤد بھی مانتا ہے جو مقامِ عبودیت ہے لیکن پھر ابن اللہ کہہ جاتا ہے۔ جو مقامِ معبودیت ہے۔ اسی طرح ہندو کرشن جی کو ابن دیو کی مان (۲) کر کہتے ہیں کہ وہ معبود خدا ہیں خدائے قدوس مجتہد ہو کر ان کی صورت میں ظاہر ہوا۔ یہی

(۱) مثلاً دیکھئے سورة البقرہ۔ ۲۳ سورة بنی اسرائیل۔ آیت ۱ سورة الکہف۔ آیت ۱ سورة الفرقان آیت ۱ سورة النجم۔

آیت ۱۰ سورة النجم۔ ۱۹ وغیرہ (۲) دیو کی کرشن بھگوان کی والدہ کا نام تھا۔

قول عیسائیوں کا عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ہے کہ اللہ تعالیٰ عالم لاہوت سے عالم ناسوت میں آ کر مسیح کی صورت میں ظاہر ہوا۔ اور یہی اعتقاد بدھوں کا گوتم بدھ کی نسبت ہے کہ اللہ قدوس نے مجسم ہو کر کنواری مایا کے شکم میں حلول کیا اور گوتم بدھ کی صورت میں پیدا ہوا۔

تَشَابَهَتْ قُلُوبُهُمْ

کفار سے مشابہت:

یہی اعتقاد آجکل اُمتِ محمدیہ کے اُن لوگوں کا ہو رہا ہے جو آنحضرت ﷺ کی بشریت سے انکار کر کے آپ کو انسانیت کے سوا کچھ اور بنانا چاہتے ہیں۔ چنانچہ اُن کی جماعت کا مقبول عام یہ شعر ہے۔

وہی جو مستوی عرش تھا خُدا ہو کر اُتر پڑا مدینہ میں مصطفیٰ (۱) ہو کر ہم ان سب کے عقائد کو ایک نقشہ میں دکھا کر انصاف ناظرین پر چھوڑتے ہیں۔

ہندوؤں نے کہا	خدائے تعالیٰ	کرشن کی صورت میں ظاہر ہوا۔
بدھوں نے کہا	خدائے تعالیٰ	گوتم بدھ کی صورت میں ظاہر ہوا۔
عیسائیوں نے کہا	خدائے تعالیٰ	حضرت مسیح کی صورت میں ظاہر ہوا۔
منکرین بشریت رسول ﷺ نے کہا	خدائے تعالیٰ	حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی صورت میں ظاہر ہوا۔

ناظرین! اللہ کیلئے اس نقشہ کو ذہن میں رکھ کر ذرا سوچیے کہ یہ شعر مشرکین سابقین کی مشابہت میں بنایا گیا ہے۔ یا اُس قرآن شریف سے لیا گیا ہے جس میں یہود و نصاریٰ کے عقیدہ فرزند خدا ترانے پر اُن کو الزام کہا گیا ہے۔

يُضَاهِيُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَبْلُ (سورہ توبہ۔ آیت ۳۰)

یعنی یہود و نصاریٰ نے حضرت عزیر اور مسیح علیہم السلام کو جو اللہ تعالیٰ کے فرزند کہا تو یہ اللہ تعالیٰ کی وحی اور انبیاء کی تعلیم سے نہیں کہا بلکہ کفار سابقین کی مشابہت میں کہا ہے۔ بالفاظ دیگر یوں سمجھئے کہ یہ شعر اور عقیدہ کفار سابقین کی موافقت میں گھڑا گیا ہے؟ یا اس صاحب تاج نبوت ﷺ کی تعلیم سے لیا گیا ہے۔ جس نے انسانی دماغ کو ان خرافات و توہمات سے پاک کرنے کے لئے وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ میں الوہیت کو اللہ واحد کے لئے مختص کر کے اپنے لئے أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ اپنے ہر چھوٹے بڑے اور عورت اور مرد مومن کی ورد زبان کر دیا؟

آنحضرت ﷺ کی ایک پشین گوئی:

آنحضرت ﷺ نے اپنی امت میں تغیر عقائد و اعمال کی بابت کئی ایک احادیث میں خبر دی ہے۔ جو بخاری و مسلم وغیرہ کتب حدیث میں مرقوم ہیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا۔
لَتَبْعُنَّ سُنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ شَبْرًا بِشَبْرٍ وَ ذِرَاعًا بِذِرَاعٍ حَتَّىٰ لَوْ دَخَلُوا حُجْرَ صَبٍّ تَبِعْتُمُوهُ قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَىٰ قَالَتْ فَمَنْ؟ (۱) ”البتہ تم ضرور پیروی کرو گے پہلے لوگوں کے طریقوں کی بالشت کے بدلے بالشت بھر اور ہاتھ کے بدلے ہاتھ بھر حتیٰ کہ اگر جاگھسا ایک ان کا گوہ کی سوراخ میں تو تم اس میں بھی ان کی پیروی کر لو گے۔ کہا گیا کہ اللہ کے رسول! کیا آپ کی مراد یہود اور نصاریٰ ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اور کون ہے؟“

حضرت شاہ ولی اللہ نے ”الفوز الکبیر“ میں متعدد مقامات پر اس اُمت مرحومہ میں یہود و نصاریٰ اور مشرکین جیسے عقائد و اعمال کا پیدا ہو جانا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ آپ حضرت

(۱) بخاری کتاب الاعتصام باب قول النبی ﷺ لَتَبْعُنَّ سُنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ ح ۷۳۲۰ مسلم کتاب العلم باب اتباع سنن الیہود و النصاریٰ ح ۲۶۶۹

اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں دین انبیاء کے محرف ہو جانے کی بابت فرماتے ہیں۔
 ”اور تحریف (دین) کا بیان اس طرح ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ
 السلام کی اولاد اپنے جد امجد کے دین پر رہی۔ حتیٰ کہ عمرو بن لُحی کا زمانہ آیا تو
 اُس نے خانہ کعبہ میں بُت رکھے اور اُن کی عبادت مقرر کروائی اور بکیرہ اور
 سائبہ اور ہام اور تیروں سے تقسیم کرنے کا دستور اور مثل ان کی دیگر امور
 تراشے اور یہ صورت حال آنحضرت ﷺ کی بعثت سے قریباً تین سو سال قبل
 واقع ہوئی اور اُن کے جہال اپنے باپ دادوں کے دستور سے سند پکڑتے تھے
 اور اُسے قطعی حجتوں سے شمار کرتے تھے۔ حالانکہ انبیائے سابقین (علیہم
 السلام) نے حشر نشر کا مسئلہ بیان کر دیا تھا لیکن وہ بیان پوری شرح و سطر سے نہ
 تھا جیسا کہ اُسے قرآن کریم نے بیان کیا ہے۔ اس لئے جمہور مشرکین کو اس
 کی واقفیت نہ تھی۔ اور وہ اسے بعید (اور ناممکن) جانتے تھے۔ یہ لوگ اگرچہ
 سیدنا حضرت ابراہیم اور سیدنا حضرت اسماعیل اور سیدنا حضرت موسیٰ علیہم
 السلام کی نبوت کے قائل تھے۔ لیکن وہ بشری صفات جو کہ انبیاء علیہم السلام کے
 کامل جمال کے سامنے پردہ ہیں اُن کو سخت تشویش میں ڈالتی تھیں اور انہوں
 نے اللہ تعالیٰ کی اُس تدبیر و (حکمت) کو یہ سمجھا جس کا تقاضا انبیاء کو مبعوث
 کرنا ہے۔ پس وہ اُسے (یعنی بعثتِ انبیاء کو) بعید جانتے تھے۔ اس وجہ سے کہ
 وہ اللہ کے رسولوں میں اور ان میں جن کی طرف وہ رسول بھیجے گئے تھے یعنی
 اپنے آپ میں مماثلت پاتے تھے۔ پس وہ ناقابلِ سماعت و اہی تباہی شبہات
 وار د کرتے تھے۔ جیسا کہ انہوں نے کہا کہ ان کو انبیاء ہو کر کھانے پینے کی
 حاجت کیوں ہے؟ اللہ تعالیٰ فرشتوں کو رسول کیوں نہیں بناتا؟ (یا فرشتے

کیوں نازل نہیں کرتا اور کیوں ہر انسان پر علیحدہ علیحدہ وحی نازل نہیں کرتا؟ اور اسی طرح کی اور باتیں بھی (پیش کرتے تھے) اور اگر تجھے مشرکین کے حالات اور اُنکے اعمال و عقائد کی تصویر کے سمجھنے میں توقف ہو تو (اپنے) اس زمانہ کے عوام جہال کے حال پر نظر کر۔ خصوصاً اُن لوگوں کی طرف جو دارالسلام (بغداد) کے اطراف میں رہتے ہیں کہ ولایتِ الہیہ کے متعلق ان کے خیالات اور ظنون کیسے ہیں؟ اور باوجود اسکے کہ اُن کو گذشتہ اولیاء اللہ کی ولایت کا اعتراف و اقرار ہے (اپنے) اس زمانہ میں وجودِ اولیاء کو از قبیل محال جانتے ہیں اور (بزرگوں کی) قبروں اور اُن کے نشانات (قدم بھرنے اور بیٹھنے کے) مقامات پر جا کر طرح طرح کے شرک کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اور اُن میں (ذاتِ باری تعالیٰ کی نسبت) تشبیہ (کا عقیدہ) اور (دین میں) تحریف کس طرح ہو گئی اور یہ حدیث اُن پر کیسی صادق آتی ہے (جو آنحضرت ﷺ نے فرمائی) کہ تم ضرور ضرور پہلے لوگوں کی روش پر اس طرح چلنے لگو گے جس طرح جوتی کا ایک پاؤں دوسرے کے (عین) مطابق آتا ہے (۱) اور ان آفتوں میں سے کوئی بھی آفت نہیں جس میں اس زمانے کے کئی لوگ مبتلا نہ ہوں اور اُن کی مثل کے معتقد نہ ہوں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہم کو اس سے بچائے رکھے۔ حاصل کلام یہ کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنی (خاص) رحمت سے حضور ﷺ کو عرب میں مبعوث کیا اور آپ ﷺ کو ملتِ ابراہیمی کے قائم کرنے کا حکم دیا۔ (انتہی مترجم) (الفوز الکبیر ۱۲-۱۳ مترجم)

(۱) بخاری، کتاب الاعتصام: باب قول النبی ﷺ، لعن سنن من کان قبلم ح ۳۲۰۔ مسلم، کتاب العلم: باب اتباع

سنن الیہود والنصارى ح ۲۶۶۹۔ باختلاف لیسیر والترندی، کتاب الایمان: باب ماجاء افتراق ہذا الامۃ ح ۲۶۵۰

(۲) اس کے بعد یہود کا مفصل ذکر کر کے اس اُمتِ مرحومہ میں اُن کی متابعت کی نسبت فرماتے ہیں۔

’اگر تو یہود کا نمونہ دیکھنا چاہے تو تُو دنیا کے طالبینِ بُرے علماء کو دیکھ کہ اپنے اسلاف کی تقلید اُن کی خو ہو گئی ہے اور انہوں نے قرآن و حدیث کی نصوص سے منہ موڑ لیا ہے۔ اور کسی (خاص) عالم و مجتہد کے تعق اور تشدُّد اور استحسان کو دستاویز بنا لیا ہے۔ پس انہوں نے معصوم (بے خطا) صاحبِ شرع کے کلام سے منہ موڑ لیا۔ اور جعلی روایتوں اور ناقص و کھوٹی تاویلوں کو دستاویز بنا لیا ہے۔ گویا کہ یہ بُرے علماء وہی یہودیوں کے علماء ہیں۔ (انتہا مترجم ص ۲۰۱۹)

(۳) اس کے بعد متصلًا نصاریٰ کا ذکر کر کے اپنی اُمتِ مرحومہ میں اُن کی متابعت کی نسبت فرماتے ہیں۔

اگر تو اس فریق (نصاریٰ) کا نمونہ (اپنی قوم میں) دیکھنا چاہے۔ تو تُو آج مشائخِ اولیاء اللہ کی اولاد کو دیکھ کہ وہ اپنے آباؤ اجداد کے متعلق کیا کیا گمان کرتے ہیں۔ پھر تجھے معلوم ہو جائے گا کہ وہ اُن کی تعلیم میں نہایت درجے کی افراط کرتے ہیں اور عنقریب ان ظالموں کو معلوم ہو جائے گا کہ ان پر کیسی گردش آتی ہے۔ (انتہی مترجم ص ۲۱)

اس اُمتِ مرحومہ میں ایک حق پرست فرقہ ہمیشہ قائم رہا اور رہے گا۔ اگلی امتوں کے دین اس لئے محرف ہو گئے کہ اختلاف کے وقت نہ تو اُن میں آسمانی کتاب اصلی صورت پر محفوظ تھی۔ اور نہ کوئی فرقہ بحیثیت فرقہ کے سننِ انبیاء پر قائم تھا۔ اس بات کا سمجھنا اُس شخص کے لئے بہت آسان ہے جو یہود و نصاریٰ اور ہنود کی مزعومہ آسمانی کتب کا مطالعہ گہری نظر سے کرے اور اُن کے باہمی اختلافات کو فکرِ صائب سے سوچے اور تاریخی حالات

وانقلابات کو نظر عبرت سے دیکھے۔

اس کے برخلاف اسلام کی آسمانی کتاب قرآن مجید اصلی اور الہامی الفاظ میں بے نظیر طور پر محفوظ ہے۔ اور آنحضرت ﷺ کی سیرت و سنت باوثوق ذرائع سے محفوظ ہو کر مسلمانوں میں معمول ہے اور ان میں اختلاف کے وقت ہر زمانہ میں ایک حق پرست گروہ قائم رہا۔ جس کی طرف رجوع کر کے اختلاف کے حل کا راستہ صاف رہا۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

حضرت شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں۔

”اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے ایک گروہ ایسا بھی ہے جن کو وہ شخص جو ان کا ساتھ چھوڑ دے کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکتا اور وہ زمین میں اللہ تعالیٰ کی حجت ہیں۔“ (۱) انتہی مترجم

آنحضرت ﷺ نے جماعت حقہ کی خبر دی:

آنحضرت ﷺ نے اس جماعت ھ کی پیش گوئی فرمادی ہے کہ میری امت میں ایک فرقہ ہمیشہ رہے گا جو حق پر قائم رہے گا۔ چنانچہ صحیح مسلم میں ہے۔

لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي يُقَاتِلُونَ عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِينَ إِلَى الْقِيَامَةِ (۲) ”میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ رہے گا۔ جو حق پر قائم ہو کر مقابلہ کرتا رہے گا اور قیامت تک غالب ہوتا رہے گا۔“

اس مضمون کی حدیث صحیح بخاری میں بھی ہے (۳) اور آنحضرت ﷺ نے یہ بھی فرما

(۱) حجتہ اللہ مطبوعہ مصر جلد ۱ ص ۱۵۳ء منہ (۲) مسلم کتاب الامارۃ: باب قولہ ﷺ لا تزال طائفة..... ح ۱۹۳۳

(۳) بخاری کتاب المناقب: باب ۲۸ ح ۳۶۴۰

دیا تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ میری اُمت کو ضلالت (گمراہی) پر جمع نہیں کرے گا۔ (۱) اب امت کے اختلاف کے وقت یہ معلوم کرنا کہ صحیح سنت پر قائم رہنے والا فرقہ کونسا ہے؟ کیونکہ ہر فرقے کے طریق عمل اور امتیازی مسائل کو دیکھنے سے واضح ہو جاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے طریق پر زندگی گزارنا کن لوگوں کا مقصد ہے؟ اور رائے اور قیاس کی پیروی سے اور دائیں بائیں کدوکاوش سے بچکر دین کو ٹھیک اُسی صورت پر رکھنا جس پر حضور ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو چھوڑا تھا کن لوگوں کا وطیرہ ہے؟ اور اپنے حال و قال اور صورت و سیرت اور وضع و چال اور عقائد و اعمال اور ریاضت و عبادت (تصوف) اور تمدن و سیاست اور خوشی غمی ہر امر زندگی سے یہ ثابت کرنا کہ ہمارا اوڑھنا بچھونا اور دل کی خواہش و تمنا اور حاصل دین و دنیا صرف اتباع سنت رسول اللہ ﷺ ہی ہے کن لوگوں کا کام ہے؟

قریب رائے عزیزاں کجا خورم کہ مرا
حدیث سید کو نین ﷺ بر زباں باقیست

اگرچہ مذکورہ بالا باتیں شناخت کے لئے کافی ہیں لیکن ہم مزید وضاحت و تشخیص کے لئے آئمہ حدیث کے اقوال بھی نقل کر دیتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

- (۱) امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کر کے لکھتے ہیں کہ (۱) انکے استاد علی بن مدینیؒ نے کہا کہ ”وہ لوگ اصحاب الحدیث ہیں“ (۲) (یعنی اہلحدیث)
- (۲) اسی طرح امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ بسند صحیح امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ سے نقل کرتے ہیں۔ کہ آپ نے فرمایا کہ ”اگر یہ لوگ اہلحدیث نہیں ہیں تو میں نہیں جانتا کہ یہ کون ہیں؟“ (۳)
- (۳) اسی طرح امام بخاری اپنی کتاب ”خَلْقُ أَفْعَالِ الْعِبَادِ“ میں فرماتے ہیں هُمْ

(۲) ترمذی کتاب الفتن: باب ماجاء فی لزوم الجماعة ج ۲ ص ۲۱۶

(۳) ترمذی کتاب الفتن: باب ماجاء فی اهل الشام ج ۲ ص ۲۱۹

(۴) معرفۃ علوم الحدیث للحاکم (ص ۲) شرف اصحاب الحدیث (ص ۱۴)

الَّذِينَ أَدْرَأُوا الْكِتَابَ وَالسُّنَّةَ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرْنًا بَعْدَ قَرْنٍ - (۲) ”یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے بعد زمانہ قرآن اور حدیث کو سمجھا اور سمجھایا“

(۳) اسی طرح حضرت سید عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ ”غنیۃ الطالبین“ میں فرقہ ناجیہ کے ذکر میں فرماتے ہیں ”کہ دوسرے فرقے اُن (الہجدیث) کے اور اور نام رکھتے ہیں۔ چنانچہ باطنیہ لوگ ان کو حشویہ کہتے ہیں کیونکہ یہ لوگ احادیث اور آثار سے تمسک کرتے ہیں۔“

وَمَا اِسْمُهُمْ اِلَّا اَصْحَابُ الْحَدِيثِ وَاَهْلُ السُّنَّةِ عَلٰی مَا بَيَّنَّا (غنیۃ مترجم فارسی ۳۱۲) ”اور ان کا نام سوائے الہجدیث اور اہل سنت کے اور کچھ نہیں ہے جیسا کہ ہم نے سابقاً بیان کر دیا ہے۔“

خلاصہ مقصود:

حاصل ان دونوں فصلوں کا یہ ہے کہ دین کی اصلی صورت وہی ہے جو آنحضرت ﷺ کے وقت میں تھی۔ اور جس پر آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو چھوڑا۔ اور وہ مقدس جماعت اُس پر عمل پیرا رہی۔ لیکن جو عقائد و اعمال دیگر گمراہ فرقوں کی مشابہت و موافقت میں مسلمانوں میں رائج ہو گئے ہیں۔ وہ سراسر گمراہی ہیں۔ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی چال پر ظاہراً و باطناً و علماً و عملاً۔ کلاً و جزءاً اصولاً و فروعاً سب سے مقدم الہجدیث ہیں۔ (اگر آپ بنظر انصاف مطالعہ کریں گے تو یقیناً حضرت مولفؒ کے ہمنوا ہو جائیں گے۔) (فاروقی)

ہم سابقاً دلائل و نظائر سے ثابت کر چکے ہیں کہ بشریت و رسالت کے ایک ذات میں

جمع ہونے سے انکار کرنا قرآن وحدیث کی تصریحات اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی مرویات کے خلاف ہے۔ اور شیوہ کفار ہے کسی نے یوں انکار کیا کہ بشر پیغمبر نہیں ہو سکتا۔ یعنی ان کو اپنے جیسی سورت شکل والے اور کھانے پینے والے اور بیوی بال بچوں کے تعلقات والے دیکھ کر ان کے کمال رسالت سے جو ان کا امتیازی وصف تھا۔ انکار کر دیا اور کسی نے ان کے کمالات کو تو تسلیم کیا لیکن ان کمالات کو لوازم رسالت نہ جان کر ان کو اللہ کے اوتار قرار دیا۔ اور ان کی بشریت کو صرف ظاہری پردہ (۱) گردانا۔ اس گمراہی نے دنیا کو گھیر رکھا تھا۔

آنحضرت ﷺ اسی گمراہی کو دور کرنے کیلئے مبعوث ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر حقیقت امر واضح کی کہ میں ہمیشہ بنی آدم کے لئے انہی میں کا رسول مبعوث کرتا رہا ہوں اور ان کی تصدیق رسالت کے لیے ان کو معجزات بھی عطا کرتا رہا ہوں۔ وہ میرے انعامات تھے۔ جو میرے حکم سے صادر ہوتے تھے۔ انبیاء کے اکتسابی مشقیات اور اختیاری معاملات نہ تھے۔ وہ باوجود ان سب کمالات و انعامات مخصوصہ کے میرے بندے ہی ہیں۔ اور ان کو میرا بندہ بننے سے انکار نہیں۔ اُنکی زندگی کے واقعات اور میرے احکام کی طاعات اور میری حمد و ثناء اور اپنی عبودیت کے مقالات اور میری جناب میں ان کی دعوات و تضرعات اور احکام تکوینیہ میں مثل دیگر بندوں کے ہونا ایسے مسلمات ہیں کہ ان سے کسی کو انکار کی گنجائش نہیں۔ چنانچہ فرمایا۔

وَلَهُ اسْلَمَ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا (سورہ آل عمران۔ آیت ۸۳)۔ اور اُسی کے زیر فرمان ہیں جو آسمان میں اور زمین میں ہیں (کوئی) اطاعت سے اور (کوئی) مجبوری سے۔“

(۱) چنانچہ احد کے احمد کی صورت میں میم کے فرق سے ظاہر ہونے کے قائلین کا یہی نظریہ ہے۔ ۱۲ منہ

جو لوگ آنحضرت ﷺ کی بشریت سے انکار کر کے آپ ﷺ کو اس سے اوپر کچھ اور بنانا چاہتے ہیں۔ انہوں نے عوام کو بہکانے اور بھڑکانے کے لئے چند شبہات پیدا کر رکھے ہیں۔ جن کی بنیاد وہ آنحضرت ﷺ کی تعظیم و محبت بتاتے ہیں۔ اور جو کوئی آپ کو قرآن وحدیث اور صحابہ و تابعین اور جمیع آئمہ دین رحمہم اللہ کی پیروی میں اور حقیقت واقعی کے لحاظ سے بشر آدمی اور انسان کہے تو اسے عوام کی نظر میں بُرے سے بُرا بنادیتے ہیں۔

اُن کے ہاتھ میں یہ ایک ایسا حربہ ہے جو خرمن میں آگ لگا دینے کا کام دیتا ہے۔ عوام اس سے فوراً مشتعل ہو جاتے ہیں اور اشتعال میں آ کر یہ تمیز نہیں کر سکتے کہ کسی بے گناہ نے گستاخی کی بھی ہے یا نہیں؟ یا یہ کہ یہ امر گستاخی ہے بھی یا نہیں؟

اس کے مقابلہ میں عوام کے سامنے قرآن مجید کی ساری آیات، آنحضرت ﷺ کے جملہ ارشادات اور آپ ﷺ کی حیات طیبہ کے سب واقعات اور آپ کے آباء اجداد اور اولاد و احفاد و ازواج مطہرات سے نسبی تعلقات اور صحابہ رضی اللہ عنہم اور دیگر آئمہ دین کی تصریحات ذرہ بھر بھی اثر نہیں کر سکتیں۔ گویا اُن کے سامنے آئمہ دین کی عام تصنیفات (معاذ اللہ) دفتر بے معنی ہے۔ پھر ہم پر بھی لازم ہے کہ ہم اپنی طاقت بھر غلط فہمیوں کو دور کریں اور حقیقت کے سمجھانے میں کوشش کریں۔ شاید کسی سعادت مند کو ہدایت نصیب ہو جائے۔

فَقُلْ مَا يَفِيضُ الْوَقْتُ مِنْ غَيْرِ سَامِعٍ
فَفِي الدَّهْرِ مِنْ يُرْجَى بِهِ الْفَوْزُ ظَافِرًا

آنحضرت ﷺ کی محبت:

سو معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ فداہ بی دای، روحی و جسدی ﷺ کی تعظیم اور محبت واجبات سے ہیں اور بغیر اس کے ایمان مکمل نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ. (۱) ”تم میں سے کوئی بھی ایمان والا نہ ہوگا حتیٰ کہ میں محبوب تر ہو جاؤں اسکو اس کے والد سے اور اس کے فرزند سے اور دیگر تمام لوگوں سے۔“ (ﷺ)

امام نوویؒ اس حدیث کی شرح میں قاضی عیاضؒ وغیرہ سے نقل کرتے ہیں:

”محبت تین قسم کی ہے۔ محبت بزرگی اور تعظیم کی مثل محبت والد کی۔ اور محبت شفقت رحمت کی مثل محبت فرزند کی اور محبت مشاכלت و احسان کی دیگر تمام لوگوں کی محبت کے۔ پس (اس حدیث میں) آنحضرت ﷺ نے اپنی محبت میں تمام اقسام محبت کو جمع کر دیا ہے۔ اور ابن بطالؒ نے کہا کہ اس حدیث کے معنی یہ ہیں۔ کہ جو شخص ایمان کو کامل کر لیتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کا حق اُس کے باپ اور اُس کے فرزند اور دیگر تمام لوگوں سے زیادہ تاکید ہے۔ کیونکہ ہم نے صرف آنحضرت ﷺ کی وجہ سے دوزخ سے خلاصی اور گمراہی سے ہدایت پائی۔“ (انتہی مترجم نووی انصاری ص ۴۹ جلد اول)

لیکن محبت و تعظیم کے یہ معنی نہیں کہ عیسائیوں اور ہندوؤں کی طرح انبیاء اور صلحاء کو ان کے رتبہ سے بڑھا کر اُن کو الوہیت کے مرتبہ پر مانیں یا ان میں صفات و خواص خداوند تسلیم

(۱) بخاری کتاب الایمان: باب حب الرسول ﷺ من الایمان ح ۱۵ مسلم کتاب الایمان: باب وجوب محبة

کریں۔ یا ان کے متعلق ایسے افعال و اعمال کریں جو ذات باری تعالیٰ کا حق ہیں کیونکہ یہ سب کام کفر کے ہیں۔

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ جو ایک باکمال حنفی بزرگ گذرے ہیں وہ اپنی مشہور کتاب ”ملا بد منہ“ میں جو اس ملک میں حنفی مذہب کی سب سے پہلی درسی کتاب ہے فرماتے ہیں۔

”اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں کو اللہ تعالیٰ کی صفات میں شریک گردانا یا ان کو عبادت میں شریک کرنا کفر ہے۔ جس طرح کہ دیگر کفار انبیاء کے انکار کی وجہ سے کافر ہو گئے۔ اسی طرح عیسائیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا اور مشرکین عرب نے ملائکہ کو اللہ کی بیٹیاں کہا اور ان کی نسبت علم غیب کو تسلیم کیا تو کافر ہو گئے۔ انبیاء اور ملائکہ کو اللہ تعالیٰ کی صفات میں شریک نہ کرنا چاہیے۔ اور غیر انبیاء کو صفات انبیاء میں شریک نہ کرنا چاہیے۔ عصمت انبیاء اور ملائکہ کے سوا صحابہ اور اہل بیت اور اولیاء اللہ میں سے کسی کے لئے ثابت نہ سمجھی جائے اور متابعت صرف حضرات انبیاء علیہم السلام تک منحصر رکھنی چاہیے۔ جس امر کی پیغمبر ﷺ نے خبر دی ہے اس پر ایمان لانا چاہیے اور جو کچھ فرمایا ہے اس پر عمل کرنا چاہیے۔ اور جس امر سے منع فرمایا ہے اُس سے باز رہنا چاہیے۔ اور جس کسی کا قول بال کے سرے کے برابر بھی پیغمبر ﷺ کے قول و فعل کے مخالف ہو اس کو رد کر دینا چاہیے۔“ (انتہی مترجم اباب الایمان ۱۲ تا ۱۱)

اب ہم ان مسلمانوں کو ان کے اور عیسائیوں کے اور شیعوں کے ایسے ہی اختلافات سے سمجھاتے ہیں۔ اگر کسی میں ذرہ بھر بھی شعور و انصاف ہوگا تو وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے گمراہ کن واعظوں اور پیروں کے اس مغالطہ سے صاف بچ جائے گا۔

(۱) ا۔ ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رتبہ بشریت و رسالت

سے اوپر جو بڑھاتے ہیں تو محبت و تعظیم کی وجہ سے بڑھاتے ہیں یا کیسے؟

ب۔ اور آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعظیم و محبت کو واجب جانتے ہیں یا نہیں؟
ج۔ باوجود اس کے کیا عیسائی تمہاری نسبت یہ خیال رکھتے ہیں کہ تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی محبت کا حق ادا کرتے ہو؟

د۔ اگر نہیں تو حق کس کی طرف ہے تمہاری طرف یا اُن کی طرف؟ تمہاری طرف ہے تو کیوں؟

(۲) ا۔ اہل تشیع حضرت علی اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کی شان میں جو غلو کرتے ہیں۔ وہ محبت و تعظیم کی وجہ سے کرتے ہیں یا کیسے؟

ب۔ آپ بھی حضرت علی اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما سے محبت کرتے ہیں یا نہیں؟
ج۔ باوجود اس کے کیا اہل تشیع آپ کی نسبت یہ خیال رکھتے ہیں کہ آپ اہل بیت رضی اللہ عنہم اور حضرت علی اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کی محبت کا حق ادا کرتے ہیں؟
د۔ اگر وہ ایسا خیال نہیں کرتے؟ تو حق کس کی طرف ہے؟ اور کیوں؟

ان ہر دو مثالوں کے جوابات کو ذہن میں رکھ کر اب یہ سوچو کہ اگر آپ انبیاء و صلحاء کو اُنکے واجبی رتبہ سے بڑھائیں اور اُن کی شان و محبت میں عیسائیوں اور شیعوں کی طرح غلو کریں۔ اور بیچارے اہلحدیث اُنکو اُن کے واجبی رتبے پر رکھتے ہوئے اُن سے محبت کریں۔ اور ان کی تابعداری میں کئی قسم کی اذیتیں اور طعن و تشنیع بھی اٹھائیں۔ تو حق کس کی طرف ہو گا؟ آپ کی طرف یا اہل حدیث کی طرف؟ جو فیصلہ آپ اپنے لئے عیسائیوں اور شیعوں کے مقابلے میں کرتے ہیں۔ وہی فیصلہ آپ اہلحدیث کے لئے اپنے مقابلے میں کیوں نہیں کرتے؟ ورنہ بتایا جائے کہ آپ کے غلو میں اور عیسائیوں اور شیعوں کے غلو میں کیا فرق ہے؟ فرق بتانے کے وقت اپنے مقبول جماعتی شعر کو یاد رکھئے گا۔

وہی جو مستوی عرش تھا خدا ہو کر

اُتر پڑا وہ مدینہ میں مصطفیٰ ہو کر

نیز اپنی موضوع روایت اَنَا اَحْمَدُ بِلَا مِیْمَ یعنی یہ کہ معاذ اللہ! حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں احد ہوں لیکن میم کے بغیر یعنی احمد ہوں کو بھی نظر انداز نہ کریں۔ جس کی بناء پر آپ کے واعظین اور پیرو یہ کہا کرتے ہیں کہ (معاذ اللہ) احد (اللہ تعالیٰ) احمد کی صورت میں میم کے گھونگھٹ سے آیا۔

تفصیل مغالطات:

تمہید سابق کے بعد معلوم ہوا ان گمراہ کن بے علم واعظوں اور پیروں نے عوام کو اپنے جال میں پھنسائے رکھنے اور خود ساختہ عقائد کفریہ ان کے دماغ میں جمائے رکھنے کے لئے چند مغالطات بنا رکھے ہیں۔ جن کو وہ حسب موقع و قافو قبیان کرتے رہتے ہیں۔

پہلا مغالطہ:

جب یہ لوگ قرآن وحدیث کے نصوص اور آنحضرت ﷺ کی حیات طیبہ کے واقعات اور آپ کے حلیہ وصورت اور آپ کے جسمانی تعلقات زوجیت و ولدیت سے آپ کی جنس بشریت کے متعلق ہر طرف سے گھر جاتے ہیں۔ تو یہ عذر کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے کہ وہ آپ کو بشر بھی کہے اور عبد بھی کہے۔ اور آنحضرت ﷺ بطور تواضع اپنے آپ کو ایسا کہہ سکتے ہیں۔ لیکن ہم کو ادب چاہیے اور یہ کلمہ نہ کہنا چاہیے۔ جس طرح کہ بیٹا اگرچہ کتنا معزز وعہدار ہو لیکن اس کا باپ اُس کا نام پکارتا ہے اور پکار سکتا ہے اور وہ بھی دریافت کرنے پر اپنا نام ہی بتاتا ہے۔ لیکن اُس کے ماتحت لوگ ادب کے رو سے اُس کا نام نہیں پکارتے۔ بلکہ اُس کے عہدے یا لقب سے پکارتے ہیں۔

اس مغالطہ کا جواب یوں ہے کہ اعتقاد کہتے ہیں دل میں کسی بات کے جمانے کو اور شہادت کہتے ہیں زبان سے اُس اعتقاد کا اقرار کرنے کو اور خفی مذہب میں علم عقائد کی سب کتابوں میں ایمان انہی دو باتوں کو کہا گیا ہے۔ یعنی دل سے تصدیق کرنا اور زبان سے

اقرار کرنا۔ (۱) اور تصدیق سے یہ مراد ہے کہ آنحضرت ﷺ پر وحی ہوئی اور جو کچھ آپ کے قول و فعل سے ثابت ہوا اُسے دل کی پختگی سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ماننا اور حق سمجھنا۔ اور زبان کے اقرار سے یہ مراد ہے کہ جس امر کو دل سے حق سمجھا ہے زبان سے بھی ظاہر کرے۔ مثلاً جب دل میں اس بات کی تصدیق ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی لائق عبادت نہیں ہے۔ تو اگر آپ سے پوچھا جائے کہ بھائی صاحب! کیا آپ اس بات کو دل سے مانتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی بھی حقدار اور لائق عبادت نہیں ہے تو آپ کو لازماً ماننا پڑیگا کہ ہاں میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی بھی لائق عبادت نہیں ہے اور یہ ترجمہ ہے اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ کا اور جب آپ نے دل سے مان لیا کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے پیغمبر برحق ہیں۔ تو اس کے بعد اگر آپ سے پوچھا جائے کہ کیا آپ دل سے مانتے ہیں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے پیغمبر برحق ہیں تو آپ کو دریں صورت دل کے مان لینے سے زبان سے بھی لازماً کہنا پڑے گا۔ کہ ہاں میں شہادت دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اُس کے رسول ہیں۔ اور یہ ترجمہ ہوگا وَ اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ کا۔

اگر آپ اپنے علم اور اختیار کے ہوتے ہوئے قلبی ایمان کا اقرار و اظہار اور اسکی شہادت زبان سے ادا نہ کریں تو بموجب تصریحات امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر ائمہ حنفیہ ایمان کا ایک رکن یعنی شہادت زبانی مفقود ہونے کی صورت میں آپ مسلمانوں میں مسلمان نہیں سمجھے جائیں گے۔

اسی طرح جب آپ دل سے تسلیم کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو بشارت فرمائی ہے اور اس حقیقت واقعی کو بھی مانتے ہیں کہ آپ مثل دیگر انبیاء کے حضرت آدم علیہ السلام

۱۔ چنانچہ فقہ اکبر میں ہے۔ اَلْاِيْمَانُ اِلَّا قِرَاۗءُ بِاللِّسَانِ وَالتَّصْدِيْقُ بِالْجَنَانِ۔ اور آپ کی کتاب ”الوصیۃ“ میں ہے۔ اَلْاِيْمَانُ اِلَّا قِرَاۗءُ بِاللِّسَانِ وَالتَّصْدِيْقُ بِالْقَلْبِ۔ اور ”عقائد نسی“ میں ہے۔ اَلْاِيْمَانُ هُوَ التَّصْدِيْقُ بِمَا جَاءَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَالْاَقْرَارُ بِهِ۔

کی اولاد میں سے تھے اور آپ نے بھی اپنی زبان مبارک سے فرمایا کہ میں ایک بشر ہوں۔ تو اللہ تعالیٰ کی وحی قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کی دل سے تصدیق کرتے ہوئے آپ زبان سے بھی اُس کی شہادت دیں اور اس کا اقرار کریں تو یہ اقرار و شہادت ایمان کے دوسرے رکن کی تکمیل ہوگی یا بے ادبی ہوگی؟

جب کلمہ شہادت میں آپ نے عبدہ کہہ لیا اور اُس میں بے ادبی نہ سمجھی تو مطابق وحی الہی جب آپ بشر کہیں گے تو بے ادبی کس طرح ہوگی؟ حالانکہ لفظ بشر بہ نسبت لفظ عبد کے نہایت معمولی ہے بلکہ اس میں ایک مزیت ہے۔ اور معنی کے لحاظ سے اس میں ادب و بے ادبی کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ ہم سابقاً کتب لغت کی تصریحات سے تحریر کر چکے ہیں کہ بشر اُسکو کہتے ہیں جس کا چمڑا صاف ہو۔ اور وہ صاحب ادراک ہو۔ اچھی صفت ہے۔ اور یہ معنی عبد میں نہیں پائے جاتے۔ بلکہ اس کے معنی میں نہایت درجے کی فروتنی ملحوظ ہے لیکن چونکہ اس فروتنی (عبودیت) کی نسبت اللہ عزوجل کی طرف ہے۔ اس لئے یہ محض عزت ہی عزت ہے۔

نکتہ نمبر ۱: اسی خیال سے آنحضرت ﷺ نے مسلمان کی ذہنیت بلند کرنے اور پستی سے بچانے کے لئے عبودیت کی نسبت سوائے ذات حق کے کسی دیگر کی طرف جائز نہیں رکھی۔ چنانچہ زر خرید غلاموں اور لونڈیوں کی نسبت اُن کے مالکوں کو ارشاد ہے۔

لَا يَقُولَنَّ أَحَدُكُمْ عَبْدِي وَأَمَتِي كُلُّكُمْ عِبْدُ اللَّهِ وَكُلٌّ نِسَائِكُمْ إِمَاءُ اللَّهِ

الْحَدِيثُ (۱)

”تم میں سے کوئی بھی زر خرید غلام کو عبدی یعنی میرا بندہ اور زر خرید لونڈی کو امستی یعنی میری بندی ہرگز نہ کہے۔ تم سب اللہ کے بندے ہو اور تمہاری سب عورتیں اللہ کی بندیاں ہیں۔“

(۱) مسلم کتاب الاطلاق من الادب: باب حکم اطلاق لفظ العبد والامۃ والموتی والسید ج ۲۳۹

نکتہ نمبر ۲۔ کلمہ شہادت میں شہادت رسالت کے ساتھ شہادتِ عبودیت کو اس لئے شامل کیا کہ آنحضرت ﷺ سے پیشتر بعض قومیں تو جنس بشر کو قابل رسالت الہی نہیں جانتی تھیں۔ جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام اور ہود علیہ السلام اور صالح علیہ السلام کی قومیں اور بعض ان کے برخلاف اللہ کے رسولوں کو بشریت سے اوپر مانتی تھیں۔ غرض کوئی تو درجہ تفریط میں تھا اور کوئی غلو کر کے درجہ افراط میں۔ اور ہر دو اس نقطہ خیال پر متفق تھے کہ دونوں باتیں یعنی بشریت و رسالت بہر صورت ایک ذات میں جمع نہیں ہو سکتیں۔ آنحضرت ﷺ نے کلمہ شہادت میں اپنی نسبت عَبْدُہٗ وَرَسُولُہٗ تعلیم کر کے ہر دو فریق کی گمراہی کو دور کر دیا۔ منکرین کو سمجھایا کہ میں اللہ کا بندہ ہو کر اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں جس طرح کہ سابقاً اللہ تعالیٰ کے رسول ہوتے رہے۔ اور اُس کی عبودیت سے باہر نہیں تھے۔

اس کی ضرورت یہ تھی کہ غالیوں نے اپنے انبیاء اور بزرگوں کو اللہ تعالیٰ کا اوتار اور مجسم اللہ سمجھ رکھا تھا اور ایسا اعتقاد اُن میں اُن کے انبیاء کے بعد پیدا ہوا۔ پس ہو سکتا تھا کہ آپ ﷺ کی امت کے جاہل بھی درازی زمانہ پر دوسری جاہل قوموں کے اختلاط سے یا غلط رو اور کم علم یا بے علم پیشہ وروا عظیم و مشائخ کے مغالطات سے آپ ﷺ کی نسبت بھی ویسے عقائد پر ہو جائیں۔ سو اس جہالت کی روک تھام کے لئے نہایت ضروری تھا کہ آپ اپنی عبودیت و رسالت کا اقرار ایمان کا جز و قرار دیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا۔

عَنْ عَبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ شَهِدَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ، وَرَسُولُهُ، وَأَنَّ عِيسَى عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ، وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِنْهُ وَالْحَنَّةُ وَالنَّارُ حَقٌّ أَدْخَلَهُ اللَّهُ الْحَنَّةَ عَلَى مَا كَانَ مِنَ الْعَمَلِ (۱)

(۱) بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قولہ تعالیٰ (یا اهل الکتاب لا تغلوا فی دینکم) ج ۳۳۵، مسلم، کتاب

الایمان، باب الدلیل علی ان من مات علی التوحید دخل الجنة ج ۲۸

حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے شہادت دی کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی لائق عبادت نہیں وہ یگانہ ہے۔ اُس کا کوئی بھی شریک نہیں۔ اور یہ بھی (شہادت دی) کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں اور یہ بھی (شہادت دی) کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور رسول ہیں اللہ کا کلمہ ہیں جو اس نے حضرت مریم علیہا السلام کی طرف ڈالا اور اللہ کی طرف سے روح ہے۔ اور جنت اور دوزخ حق ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کر دیگا۔ جس بھی عمل پر وہ ہو۔ یعنی اس صحیح ایمان کے ساتھ تھوڑے اعمال صالحہ بھی موجب جنت ہو جائیں گے۔

اس حدیث میں آپ ﷺ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی اپنے ساتھ ہی رکھا ہے اس لئے کہ دیارِ عرب اور اس کے ملحقہ علاقوں میں ایسا مغالطہ آمیز غلو سب سے زیادہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق تھا۔ پس مسلمان ہونے کے لئے یہ بھی نشان مقرر کیا گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کے انکار کے ساتھ اُن کی عبودیت کا صریحاً اقرار کیا جائے۔ اور حقیقتِ واقعی کو تسلیم کر کے اور یہودیوں کی تفریط سے بچتے ہوئے اُنکی رسالت کی بھی شہادت دی جائے۔

فائدہ - حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی شرح میں بہت سے فوائد لکھے ہیں۔ جن کا خلاصہ ہماری عبارت مذکورہ میں آ گیا ہے۔

قرآن شریف میں بھی غلو سے ممانعت بالخصوص نصاریٰ کے متعلق مذکور ہے۔ چنانچہ سورہ نساء کے اخیر کے قریب (آیت ۱۷۱) بالانفصیل والتصریح اس کا ذکر ہے۔ اور اس مقام پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق وہی باتیں مرقوم ہیں جو حدیث مندرجہ بالا میں مذکور ہیں۔ اسی طرح سورہ مائدہ (آیت ۱۱۰، ۱۱۶، ۱۱۷) میں اختتام کے قریب بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذکر کے ضمن میں عیسائیوں کو غلو سے منع کیا گیا ہے۔

نیز خود آنحضرت ﷺ نے اپنی امت کو اپنی نسبت غلو سے جو منع فرمایا تو اس میں بھی نصاریٰ کا ذکر کر کے فرمایا کہ تم ایسا نہ کرنا چنانچہ حدیث میں ہے۔ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُطْرُونِي كَمَا أَطَرَتِ النَّصَارَى ابْنَ مَرْيَمَ فَإِنَّمَا أَنَا عَبْدُهُ فَقُولُوا عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ۔ (۱)

”حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا میری تعریف میں غلو نہ کرو۔ جس طرح غلو کیا نصاریٰ نے مسیح ابن مریم کی تعریف میں سوائے اس کے نہیں کہ میں اُس کا بندہ ہوں پس تم اللہ کا بندہ اور اُس کا رسول ﷺ کہو۔ اسی طرح آپ ﷺ نے فرمایا۔

إِنِّي لَا أُرِيدُ أَنْ تَرْفَعُونِي فَوْقَ مَنْزِلَتِي أَنْزَلَنِي اللَّهُ تَعَالَى أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ۔ (۲)

”میں نہیں چاہتا کہ تم مجھ کو میرے رتبے سے اوپر چڑھاؤ جس پر اللہ تعالیٰ نے مجھے رکھا۔ میں محمد ﷺ عبد اللہ کا بیٹا ہوں (اور اللہ کا رسول ہوں)“

الغرض نصاریٰ کی مثال آنحضرت ﷺ کے سامنے موجود تھی کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم کے برخلاف آپ کی تعظیم و محبت میں غلو کیا۔ تو لازماً آپ ﷺ کو اندیشہ ہونا چاہیے تھا کہ میری امت بھی میری نسبت تعظیم و محبت کے بہانے سے غلو نہ کر بیٹھے۔ اس لئے آپ ﷺ نے اس سے منع فرمادیا۔

پس غالیوں کا یہ عذر کہ ”ہم رسول اللہ ﷺ کی بشریت کا انکار آپ کی محبت و تعظیم کی وجہ سے کرتے ہیں۔ اور جو لوگ آپ کو بشر کہتے ہیں وہ گستاخ و بے ادب ہیں۔“ سراسر غلط اور باطل ہے۔ کیونکہ محبت و تعظیم کی یہ صورت خلاف قرآن و حدیث ہے۔ اور اس میں

(۱) بخاری کتاب احادیث الانبیاء: باب قول اللہ تعالیٰ (واذکرن فی الکتاب مریم.....) ج ۳ ص ۳۳۵

(۲) مسند احمد (۳/۱۵۳/۲۳۱) بلفظ مختلف و اسناد صحیح انظر الصحیحہ (۱۵۷۲)

دوسری گمراہ امتوں کی پیروی ہے۔ جس سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے اور اس ممانعت میں آپ ﷺ نے اپنی اُمت بلکہ انسانی ذہنیت پر بڑا بھاری احسان کیا ہے۔ کہ جس وہم کی وجہ سے اگلی امتیں گمراہ ہو گئی تھیں۔ اُسے اپنی نسبت بالکل دور کر دیا اور عبثہ ورسولہ کا کلمہ پڑھا کر اپنی اُمت کو ضلالت سے بچے رہنے کی صورت بتلا دی۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی نَبِيِّكَ وَصَفِيْكَ مُحَمَّدٍ الَّذِيْ اَبْصَرْتَنَا بِهٖ مِنَ الْعَمٰی
وَاَنْقَذْتَنَا مِنَ الضَّلٰلَةِ آمِيْنَ

دوسرا مغالطہ

قرآن شریف میں یہود و نصاریٰ کی مذمت میں یہ بھی کہا گیا ہے۔

يُحٰرِفُوْنَ اَلْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ (سورہ مائدہ۔ آیت ۱۳) اور يُحٰوِرُوْنَ اَلْكَلِمَ مِنْ
بَعْدِ مَوْضِعِهٖ (سورہ مائدہ۔ آیت ۴۱) یعنی (کتاب اللہ کی) بات کو اس کی (اصلی) جگہ
سے (دوسری طرف) ہٹا دیتے ہیں۔ یہ امر وہ دو طرح پر کرتے تھے۔ لفظاً بھی اور معنایاً بھی۔

لفظاً اس طرح کہ کتاب اللہ کے ایک لفظ کو دوسرے لفظ سے بدل دیتے تھے۔ جس سے اُس
کے معنے بھی بدل جاتے تھے اسے تحریف لفظی کہتے ہیں۔ اور معنایاً اس طرح کہ لفظ تو قائم رکھا
لیکن اُس کے معنے اللہ کی مراد کے خلاف بدل کر اور قرار دے لئے اسے تحریف معنوی کہتے

ہیں۔ یہود و نصاریٰ کی کتابوں کا مطالعہ کرنے والے بخوبی جانتے ہیں۔ کہ وہ یہ ہر دو کام
کرتے رہے اور اب تک کرتے رہتے ہیں۔ حافظ ابن حزم قرطبیؒ حجتہ الاسلام امام غزالیؒ
امام المتکلمین امام رازیؒ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ اور حافظ ابن قیمؒ وغیرہم علمائے اسلام کی
مبسوط کتابیں موجود ہیں جن میں ان دونوں قوموں کی ہر دو قسم کی خیانتوں کو طشت از بام
کر کے دکھایا گیا ہے۔ چنانچہ اسی تحریف کی شامت سے صفحہ دنیا پر آج اُن کی کوئی قدیم
کتاب بھی قابل اعتبار نہیں سمجھی جاتی۔

قرآن مجید ہر چند کہ بے مثل طور پر محفوظ کتاب ہے اور کوئی شخص یا قوم کسی طرح پر بھی چاہے کہ اسکے الفاظ یا معانی میں تحریف کی راہ نکال سکے وہ ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتا۔ لیکن جب آنحضرت ﷺ نے فرمادیا تھا کہ تم بھی پہلے لوگوں کے دستور و طریقہ کی پیروی کرو گے تو اس امت میں بھی ایسے فرقے اور ایسے اشخاص پیدا ہو گئے جنہوں نے تحریف لفظی (۱) یا معنوی میں یہود و نصاریٰ کے ساتھ برابر کا حصہ لیا۔ گو وہ کامیاب نہ ہو سکے اور نہ ہو سکتے ہیں۔

ایک بریلوی بزرگ کی تحریف:

شہر (۲) سیالکوٹ میں ایک اجنبی مولوی صاحب بنام مولوی عبدالغنی صاحب قریباً دس برس سے مقیم ہیں۔ قریباً دس برس تک کس مہر سی کی حالت میں رہے۔ لوگ ان کے اخلاق و طرز گفتگو کے سخت شاکہ ہیں۔ اس لئے وہ مولوی صاحب شہر میں باوجود اتنی مدت سے مقیم ہونے کے رسوخ حاصل نہیں کر سکے۔ انہوں نے پھر ہوا کا رخ سمجھ کر کہ آنحضرت ﷺ کی محبت کا دم بھر کر عوام کو قابو میں لانے کی کوشش شروع کی۔ تقریروں میں جماعتِ موحدین (الہادیث و دیوبندی) کو کوسنا شروع کیا کہ ”یہ لوگ بے ادب ہیں۔ ان سے میل ملاپ کرنا۔ اپنی مسجدوں میں آنے دینا ہرگز جائز نہیں۔ یہ آنحضرت ﷺ کو بشر جانتے ہیں اور دلیل میں یہ آیت پیش کرتے ہیں۔ قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ یعنی اے پیغمبر! تم کہہ دو کہ بیشک میں تم جیسا ایک بشر ہوں“ حالانکہ اس آیت کے یہ معنی ہرگز نہیں ہیں بلکہ اس کے معنی یہ ہیں۔ کہ ”اے پیغمبر! تم ان سے کہہ دو کہ بیشک میں نہیں ہوں تم جیسا

(۱) تحریف لفظی کی مثالوں کے لئے شیعوں کی کتاب کافی پیش کی جاسکتی ہے اور اسکے بعد دور حاضر میں ان کے مجتہد عصر مولوی مقبول احمد صاحب لکھنوی کا ترجمہ قرآن سونے پر سہاگہ کا کام دے گا۔ جس کی طباعت کے لئے انہوں نے نواب حامد علی خاں صاحب بالقابہ نواب ریاست رامپور سے مبلغ دس ہزار روپیہ لیا تھا۔ اور تحریف معنوی کی مثالوں میں مرزا قادیانی کے بعد مضمون ہذا کو مطالعہ فرمائیں۔

(۲) یہ ۱۹۳۹ء کی بات ہے۔ ذیہب صفحہ ۱۷۲ کریمہ کے ترجمہ کا انکشاف گویا سن میں ہوا۔ (فاروقی)

بشر۔“ اِنّ کے معنی بیشک اور مّا کے معنی نہیں، انا کے معنی میں۔ اِنّ حقیق کے لئے اور مالفی

کے لئے۔ یہ بہادب لوگ قرآن کا ترجمہ بدل کر لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔“

عوام کا لانعام نے ایک ایسے شخص کی زبان سے جو بظاہر لباس علم سے ملبوس ہے۔ لیکن کلیتہً جہلاء سے مانوس ہے اور مسند درس پر متمکن ہے۔ یہ معنےً سن کر سبحان اللہ کے نعرے لگائے اور خوشیاں کیں۔ اور مولوی صاحب کی بڑائی ان الفاظ میں بیان کی کہ۔ لوجی! وہابی لوگ ہم کو سدا غلط ترجمہ سکھاتے رہے۔ حقیقت تو ان مولوی صاحب نے بیان کی ہے۔ ایک ایک حرف کا الگ الگ ترجمہ کر کے سمجھا دیا ہے کہ صحیح معنےً یہی ہیں کہ۔ ”بیشک میں تم جیسا بشر نہیں ہوں۔“ ان کے برابر تو کوئی عالم دیکھا سنا نہیں۔ واہ واہ سبحان اللہ علم ہو تو ایسا ہی ہو۔

چونکہ یہ معنےً درس قرآن کی عام مجلس میں جو مسجد دو دروازہ میں منعقد تھی، کئے گئے تھے۔ اور وہ مسجد شہر کے عین وسط کے چوراہے میں ہے اس لئے یہ آواز سارے شہر میں بجلی کی طرح پھیل گئی۔ سمجھدار اور علم دار لوگ حیران ہوئے کہ مولوی صاحب موصوف نے قرآن کے خلاف، احادیث کے خلاف، زبان عرب کے خلاف، علم نحو کے خلاف یہ جرأت کیسے کی؟ اگرچہ اس معنی کے عجیب و غریب ہونے کی وجہ سے ان کی شہرت ہو گئی لیکن صف علماء میں یہ بات ظاہر ہو گئی کہ مولوی صاحب موصوف کو نہ قرآن کا علم ہے، نہ حدیث کا، نہ فقہ کا، نہ اصول کا، نہ زبان عرب کا، نہ نحو کا۔ مولوی صاحب کی یہ سبکی، اُس عزت سے بڑی ہے جو ان کو عوام سے ملی۔ ہر قسم کے صاحب کمال کی عزت اس فن کے اصحاب کمال میں ہونی چاہیے نہ کہ صفِ جہال میں۔ اور مولوی صاحب نے غضب تو یہ کیا کہ فخر ہندوستان حضرت مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی کے شہر میں بیٹھ کر اِنّما کے غلط معنی کئے جو اپنی متعدد علمی تصانیف میں اِنّما کے مّا کی نسبت تصریح کر چکے ہیں کہ یہ مّا کا فہ اور زائدہ ہے۔ (تکملہ عبدالغفور)

پس یہ مآ نافیہ نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ میرے ایک شاگرد حکیم محمد صادق صاحب (۱) سیالکوٹی نے (میرے علم واذن کے سوا) یکے بعد دیگرے دو تحریریں شائع کیں کہ لفظاً ائمہ نحواً ائمہ لغت ائمہ اصول اور ائمہ علم بلاغت کے نزدیک حصر کیلئے آتا ہے۔ اور اس کے معنی ہیں ”سوائے اس کے نہیں سب مفسرین و مترجمین قرآن مجید نے یہی معنی کئے ہیں۔ آپ نے اس کے معنی ”تحقیق نہیں ہوں“ کس امام کس مفسر کی پیروی میں کئے ہیں؟ فریق ثانی کی طرف سے زبانی تو یہی کہا جاتا رہا کہ جواب بذریعہ اشتہار دیا جائے گا۔ لیکن وہ محض دفع الوقتی کا بہانہ تھا۔ دراصل جواب نہ دینا تھا نہ دیا اور اس لئے نہ دیا گیا کہ جواب تھا ہی نہیں۔

اس کے بعد حافظ محمد علی صاحب دیوبندی مدرس دارالعلوم شہابیہ سیالکوٹ نے ایک انوکھے طرز پر ایک رسالہ بنام ”اعتصام“ لکھا۔ جس میں لفظاً ائمہ پر آیات قرآنیہ احادیث نبویہ اقوال مفسرین تصریحات ائمہ نحو و اصول اور اساتذہ لغت و علمائے معانی و بیان سے سیرکن بحث کی۔ اور ثابت کر دکھایا کہ لفظاً ائمہ میں ان کو جدا کر کے بمعنی تحقیق اور مآ کونافیہ کہنے والا قرآن و حدیث اور نحو و اصول اور لغت و بیان (علم فصاحت و بلاغت) کے خلاف آواز اٹھانے والا ہے۔

مفتی کفایت اللہ صاحب کا فتویٰ:

اس کے علاوہ حکیم محمد صادق صاحب مذکور نے مولینا مفتی کفایت اللہ صاحب مدظلہ سے استفتاء کیا کہ ”ایک عالم آیت قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کے معنی اس طرح کرتا ہے۔“ کہہ دو تحقیق نہیں ہوں میں بشر مانند تمہاری۔“ یہ معنی صحیح ہیں یا غلط؟ اور صورت غلط ہونے کے ایسے شخص پر شریعت کی طرف سے کیا حکم وارد ہوتا ہے؟ اور ایسے شخص کی امامت جائز ہے یا نہیں؟ حضرت مولینا صاحب ممدوح نے اس کا جواب دیگر آیات قرآنیہ کو پیش کر کے یہ لکھا

(۱) آپ بیسیوں کتب کے مصنف اور توحید کے سچے مبلغ ہیں۔ مسلک الحمدیث کے بہترین ترجمان ہیں۔ بندہ کو ان سے نیاز حاصل ہے۔ ایسے ہمہ صفت آدمی بہت کم ملتے ہیں۔

کہ یہ ترجمہ غلط ہے اور قرآن کے مفہوم کی تحریف ہے اور ایسے شخص کی امامت درست نہیں۔“

چنانچہ یہ استفتاء اور حضرت مولانا صاحب موصوف کا یہ جواب طبع کرا کر شہر میں تقسیم کیا گیا۔ اس کے علاوہ ایک اور رسالہ ”بنام سید البشر“ دائرۃ الارشاد سیالکوٹ کی طرف سے شائع کیا۔ اس میں بھی قرآن وحدیث اور کتب عقائد اور اقوال بزرگان ملت سے واضح کیا گیا کہ۔ ”نبی ایک انسان ہوتا ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنے خاص انتخاب سے اپنی وحی سے مشرف کرتا ہے۔“

غرض دیوبندی حنفیوں اور اہلحدیثوں کی طرف سے پے در پے رسالے اور اشتہارات جو نکلے اور لوگوں نے مولوی عبدالغنی صاحب سے ان کے جواب کا بزور مطالبہ کیا۔ تو ان کا دم ناک میں آ گیا۔ آخر پیچھا چھڑانے کے لئے یہ تدبیر سوچی کہ سیالکوٹ کے بعض دیگر غالی بریلوی مولویوں سے اپنے تراشیدہ معنی کی تصدیق کرا کر شائع کرا دی جائے تاکہ یہ تو نام ہو جائے کہ جواب دیا گیا۔ لیکن ان مولوی صاحب نے ہر چند کہ وہ اہلحدیث اور دیوبندی جماعت کی مخالفت میں شدید ہیں۔ اور عقائد شرکیہ و رسوم بدعیہ میں مولوی عبدالغنی صاحب کے ہم آہنگ ہیں۔ اور بالخصوص آنحضرت ﷺ کی بشریت کے انکار میں ان کے بالکل موافق ہیں۔ مگر اِنَّمَا اَنَّا بَشَرٌ کے معنی تحقیق نہیں ہوں میں بشر کرنے میں مولوی عبدالغنی صاحب کی تحریر پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا۔

جس سے مولوی عبدالغنی صاحب سخت جھنجھلائے اور ان کو سخت سُست کہتے ہوئے واپس پھرے۔ شہر میں چند روز تک یہ آواز گشت کرتی رہی کہ ان رسالوں اور اشتہاروں کا جواب نکالا جائے گا۔ لیکن اب ایسی خاموشی اختیار کر رکھی ہے۔ کہ گویا وہ شہر میں موجود ہی نہیں ہیں۔

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا

جو چیرا تو اک قطرہ خون نکلا

نفیس علمی مباحث

تحقیق لفظ اِنَّمَا:

ہم ان واقعات و حالات کے بعد لفظ اِنَّمَا کی تحقیق کتب لغت اور کتب معانی و بیان اور کتب اصول و غیر ہائے لکھتے ہیں جس سے روز روشن کی طرح ظاہر ہو جائے گا کہ لفظ اِنَّمَا کے ساتھ جب مآ زیادہ کیا جائے تو وہ مآ زائدہ ہوتا ہے نافیہ نہیں ہوتا اور اس کے معنی میں حصر ہو جاتا ہے۔ یعنی اس کے یہ معنی ہو جاتے ہیں۔ ”جزایں نیست“ ”سوائے اس کے نہیں“ ”صرف یہی بات ہے۔“

تفصیل یوں ہے کہ عربی زبان میں کلمہ مآ اسی بھی ہوتا ہے اور حرنی بھی۔ اور حرنی نافیہ بھی ہوتا ہے اور زائدہ بھی۔ اور زائدہ دو قسم پر ہوتا ہے۔ کافہ اور غیر کافہ۔ پھر کافہ تین قسم پر ہے۔ ایک وہ جو حروف مشبہ بالفعل اِنَّمَا وغیرہ کے ساتھ آوے اُس وقت اس کے معنی میں حصر پیدا ہو جاتا ہے وہی درست ہے۔ اور اس کے سوا کوئی دوسرا امر درست نہیں ہے۔ جس کے معنی مختصر عبادت میں یہ ہیں ”جزایں نیست“ ”سوائے اس کے نہیں“ ”صرف یہی بات ہے۔“

اب ہم مختلف فنون کی کتابوں سے اپنے بیان کی تصدیق پیش کرتے ہیں علامہ جمال الدین ابن ہشام تحوی مغنی اللیب میں مآ کافہ کی مثال میں جو اِنَّمَا کے ساتھ آئے یہ آیت لکھتے ہیں۔

اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (سورہ النساء۔ آیت ۱۷۱)

حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ اس آیت کا ترجمہ یوں رقم فرماتے ہیں۔

”جزایں نیست کہ خدا معبود یگانہ است۔“

مولینا شاہ رفیع الدینؒ اس کا ترجمہ یوں تحریر فرماتے ہیں۔

”سوائے اس کے نہیں کہ اللہ معبود اکیلا ہے۔“

سوال نمبر ۱:

کیا مولوی عبدالغنی صاحب اس جگہ بھی مآ کو نافیہ کہیں گے؟ اگر کہیں گے تو (معاذ اللہ) معنی اس کے برخلاف مراد الہی کے اور برخلاف دین اسلام کے بلکہ جملہ انبیاء کے یہ ہو جائیں گے۔ ”تحقیق نہیں ہے اللہ معبود اکیلا“ اور ظاہر ہے کہ یہ معنی کرنا اور اس پر اعتقاد رکھنا کفر ہے۔ اور کتاب اللہ کی تحریف معنوی ہے۔ اسکے بعد امام ابن ہشام نحوی بالتصریح لکھتے ہیں۔

”مآ (کافہ) جو ان کے ساتھ زائدہ آتا ہے نفی کے لئے نہیں بلکہ وہ اس

طرح ہے جس طرح اس ان کی دیگر اخوات لَيْتَمَ الْعَلَمَاءُ اور

لَيْتَمَا كَانَمَا میں ہے۔ (انہی ملخصاً و مترجماً) (مغنی ج ۱ ص ۹)

(۲) اسی طرح علامہ قزوینی تلخیص المفتاح میں بحث قصر میں فرماتے ہیں۔

وَمِنْهَا إِنَّمَا كَقَوْلِكَ فِي قَصْرِهِ إِنَّمَا زَيْدٌ كَاتِبٌ وَإِنَّمَا

زَيْدٌ قَائِمٌ وَفِي قَصْرِهَا إِنَّمَا قَائِمٌ زَيْدٌ لِيَتَضَمَّنْهُ مَعْنَى مَا وَالْأَقْوَلُ

الْمُفَسِّرِينَ فِي إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ بِالنَّصْبِ مَعْنَاهُ مَا حَرَّمَ

عَلَيْكُمْ إِلَّا الْمَيْتَةَ (تلخیص)

تشریح: ”اور الفاظ قصر میں سے إِنَّمَا بھی ہے مانند تیرے اس قول کے جو تو

اس شخص کی تردید میں جو موصوف کو کاتب و شاعر ہر دو صفات سے متصف جانتا

ہو۔ اس موصوف کو قصر افراد کی صورت میں ایک خاص صفت پر مقصور کرنا

چاہے اور کہے إِنَّمَا زَيْدٌ قَائِمٌ یعنی بات صرف یہی ہے کہ زید کھڑا ہے یعنی

بیٹھا ہوا نہیں ہے یہ اس شخص کی تردید جو زید کو بیٹھا ہوا اعتقاد کرتا ہو۔ اور قصر افراد و قصر قلب کی صورت میں صفت کو کسی خاص موصوف سے مختص کرنے کیلئے بحسب مقام اور بحسب اعتقاد مخاطب کہتے اِنَّمَا قَائِمٌ زَيْدٌ یعنی سوائے اس کے نہیں کہ کھڑا ہونے والا صرف زید ہی ہے۔ بکر یا خالد نہیں۔ یعنی بحسب مقام کھڑا ہونے سے صرف زید ہی موصوف ہے دوسرا نہیں۔ اور لفظ اِنَّمَا حصر کا فائدہ اس لئے دیتا ہے کہ اِنَّ اور مَا کی ہیئت ترکیبی سے اس کے ضمن میں ما اور اِلَّا کے معنے ہیں۔ (۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ مفسرین قرآن نے آیت اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ (سورہ بقرہ۔ آیت ۱۷۳) کے معنے اس طرح کئے ہیں۔ ”نہیں حرام کیا اللہ نے تم پر مگر مردار وغیرہ تو مفسرین نے اس میں ما اور اِلَّا کے معنے لئے۔“

نتیجہ۔ بموجب علامہ قزوینی کی عبارت مذکورہ بالا اور اس کی تشریح کے آیت اِنَّمَا اَنَابَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کے معنے یہ ہیں کہ سوائے اس کے نہیں کہ میں تم جیسا ایک بشر ہوں۔ یعنی فرشتہ وغیرہ نہیں ہوں۔

سوال نمبر ۲ :

ہم مولوی عبدالغنی صاحب سے التماس کرتے ہیں کہ تلخیص اور اس کی شرح مطول و مختصر درسی کتابیں ہیں صدیوں سے نصابِ درس میں داخل ہیں۔ ان میں آیت قرآنی اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالْدَّمَ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا اُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ۔ (سورہ بقرہ۔

(۱) یعنی گو اِنَّ اور مَا کے معنے در صورتِ جُہْد لُجْد اللفظ ہونے کے اور ہیں لیکن جب دونوں مل گئے تو اب اِنَّمَا یکجا کی صورت میں ایک نیا لفظ بن گیا۔ (دسوتی علی المغنی) پس اس کے معنے بھی ان سے الگ ہوں گے ۱۲ منہ یہ تشریح تلخیص کی شرح مطول و مختصر اور مواہب اللغات اور عروس الافراح اور ایضاح اور دسوتی سے ماخوذ ہے۔ ۱۲ منہ

آیت ۱۷۳) کے معنی یہ لکھے ہیں۔ کہ جن امور میں گفتگو ہے ان میں سے صرف مردار اور خون اور خنزیر کا گوشت اور نذرِ بغیر اللہ حرام ہیں۔ اگر آپ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کے معنی یہ کرتے ہیں ”تحقیق نہیں ہوں میں بشرِ مثل تمہاری“ تو اس آیت اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ میں یہ معنی لگائیں اور پھر دیکھیں کہ مردار اور خون اور خنزیر کا گوشت اور نذرِ بغیر اللہ (معاذ اللہ) قرآن کے رو سے حرام ثابت ہوتے ہیں یا حلال؟ کیونکہ آپ کے ترجمہ کے مطابق اس کے معنی یہ ہوں گے۔

”تحقیق نہیں کیا اللہ نے مردار اور خون اور گوشتِ خنزیر کا اور نذرِ بغیر اللہ (معاذ اللہ) توبہ توبہ استغفر اللہ!

(۳) علامہ مجد الدین لغوی فیروز آبادی ”قاموس“ میں لفظ اِنَّ کے ضمن میں لکھتے۔
وَالْمَفْتُوحَةُ فَرْعٌ عَنِ الْمَكْسُورَةِ فَصَحَّ اَنَّ اِنَّمَا تُفِيدُ الْحَصَرَ كَاِنَّمَا
وَاَجْتَمَعَتَا فِي قَوْلِهِ تَعَالَى قُلْ اِنَّمَا يُوْحَىٰ اِلَيَّ اِنَّمَا اِلَهُكُمُ اللّٰهُ وَاَحَدٌ (سورہ انبیاء
آیت ۱۰۸) اور اِنَّ مفتوحہ ہے اور اِنَّ مکسورہ پس ثابت ہو گیا کہ اِنَّمَا (بفتح) مثل اِنَّمَا
(بالکسر) کے حصر کا فائدہ دیتا ہے اور یہ دونوں (مکسورہ اور مفتوحہ) اللہ تعالیٰ کے اس قول
میں مجتمع ہیں۔ ”کہہ تو (اے پیغمبر) کہ میری طرف تو یہی وحی کیا جاتا ہے کہ تمہارا معبود
صرف ایک معبود ہے۔“

سوال نمبر ۳:

اگر مولوی عبدالغنی صاحب اِنَّمَا مرکب کو حصر کے لئے نہیں مانتے اور اِنَّ کو الگ اور مَّا کو الگ رکھ کر اس مَّا کو نافیہ مانتے ہیں تو مہربانی کر کے اس آیت کا جو علامہ فیروز آبادی نے پیش کی ہے اور اس کی مثل دیگر آیات کا ترجمہ کریں۔ پھر دیکھیں کہ قرآن شریف کا مایہ ناز

نظریہ (یعنی توحید الہی) کہاں باقی رہتا ہے۔

مَا كَاَفَہ کا بیان

مَا كَاَفَہ کا بیان یوں ہے کہ حروف مشبہ بالفعل اِنَّ وغیرہ جو اپنے اسم کو نصب اور خبر کو رفع دیتے ہیں۔ جب اِنَّ کے ساتھ حروف مَا آجائے تو وہ مَا اِنَّ حروف مشبہ بالفعل کو اِنَّ کے عمل (اسم کو نصب دینے) سے روک دیتا ہے۔ کیونکہ کافہ کے معنی ہیں ”روکنے والی چیز۔“ چنانچہ علامہ زمخشری مفصل میں بحث حروف مشبہ بالفعل میں لکھتے ہیں۔

وَتَلَحُّقُهَا مَا الْكَافَةُ فَتَعْزِلُهَا عَنِ الْعَمَلِ وَيُتَدَّ اَبْعَدَهَا الْكَلَامُ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى اِنَّمَا إِلَهُكُمُ اللَّهُ وَاحِدٌ (ص ۷۴)

”اور لاحق ہوتا ہے اِنَّ (وغیرہ حروف مشبہ بالفعل) کو مَا كَاَفَہ تو انکو عمل سے معزول کر دیتا ہے۔ اور کلام کا مضمون اِنَّ کے بعد شروع ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”سوائے اس سے نہیں کہ تمہارا معبود اکیلا معبود ہے۔“

اس مقام پر اِنَّ نے اِلَهُكُم پر نصب کا عمل نہیں کیا بلکہ وہ مرفوع ہے۔

آئمہ نحو اور لغت کے نزدیک یہ ماجو حروف مشبہ بالفعل اِنَّ وغیرہ پر اگر اِنَّ کو عمل سے روک دیتا ہے زائدہ ہوتا ہے۔ جملہ میں اس کے معنی اور عمل کچھ بھی نہیں لئے جاتے۔ شہادت کے لئے مندرجہ ذیل حوالے دیکھیے۔

صراح میں ہے:

وَمَا زَائِدَةٌ وَأَوْرَاقٌ غَيْسٌ وَأَوْ بَرْدٌ وَجَبَ آيِدٌ كَاَفَہ یعنی مانع از عمل كَقَوْلِهِ تَعَالَى اِنَّمَا اللَّهُ إِلَهُةٌ وَاحِدٌ۔ اور مَا زَائِدَةٌ بھی ہوتا ہے اور اس کے معنی کچھ بھی نہیں ہوتے اور وہ دو وجہ پر ہوتا ہے۔ کافہ یعنی عمل سے روکنے والا مثل اللہ تعالیٰ کے قول کے۔ اِنَّمَا اللَّهُ إِلَهُةٌ وَاحِدٌ یعنی سوائے اس کے نہیں کہ اللہ ہی اکیلا معبود ہے۔“ اس آیت میں اِنَّ عمل نصب

سے معزول ہے اور ماکانہ کچھ عمل ہے اور نہ معنی۔

(۲)۔ حضرت العلام مولانا عبدالحکیم (۱) سیالکوٹی ”تکملہ عبدالغفور“ میں فرماتے ہیں۔

وَمَا الْكَافَّةُ قِسْمٌ مِنَ الزَّائِدَةِ عَلَى مَا فِي الْمَغْنَى أَنَّ الزَّائِدَةَ نَوْعَانِ

كَافَّةٌ وَغَيْرُ كَافَّةٍ۔ (ص ۳۹۸)

اور ماکافہ زائدہ کی ایک قسم ہے۔ جیسا کہ مغنی میں ہے کہ زائدہ کی دو قسمیں ہیں۔ کافہ اور غیر کافہ۔

اسی طرح ”قاموس“ ”اور لسان العرب“ میں بھی لکھا ہے کہ ماکافہ زائدہ ہوتا ہے

نتیجہ۔ جب علمائے نحو اور آئمہ لغت کی تصریحات کے مطابق ماکافہ زائدہ ہوتا ہے۔ اور اس کے معنی اور عمل جملہ میں کچھ بھی نہیں ہے۔ تو اب اگر ہم مولوی عبدالغنی صاحب کے کہنے کے مطابق اس ماکونافیہ مان لیں۔ تو پہلی غلطی تو یہ ہوگی کہ ہم نے اسے آئمہ نحو اور علمائے لغت کی تصریحات کے خلاف با معنی سمجھا اور دوسری یہ کہ ہم کو اس کا عامل ہونا ماننا لازم ہو گا۔ کیونکہ مانافیہ جب جملہ اسمیہ پر داخل ہو تو بشرط معروفہ لیس کا عمل کرتا ہے۔

چنانچہ مغنی میں ہے۔ وَأَمَّا أَوْجُهُ الْحَرْفِيَّةُ (فَاحْذَرِهَا) أَنْ تَكُونَ نَافِيَةً فَإِنْ دَخَلَتْ عَلَى الْجُمْلَةِ إِلَّا سُمِّيَتْ أَعْمَلَهَا الْحِجَازِيُونَ وَالتَّهَامِيُّونَ وَالنَّجْدِيُّونَ عَمَلٌ لَيْسَ بِشَرْوٍ وَطٍ مَعْرُوفَةٍ نَحْوُ مَا هَذَا أَبَشَرًا مَا هُنَّ أُمَّهَاتُهُمْ (جلد ۲ ص ۶)

مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی ہندوستان میں بے نظیر فاضل ہوئے ہیں۔ حسان الہند مولانا آزاد بلگرامی ”ماثر اکرام“ میں فرماتے ہیں۔ ”اور سچ یہ ہے کہ تمام فنون درسیہ میں ہندوستان کی زمین سے کوئی ان کی مثل پیدا نہیں ہوا۔ شاہ جہان بادشاہ کے عہد میں آپ کئی دفعہ دربار خلافت دہلی میں گئے۔ بارہا نقود نامہ معدود انعام پائے۔ دو دفعہ آپ کو سونے سے تولا گیا اور آپ کے وزن کے برابر روپے بھی دیئے گئے۔ اور چند دیہات کی آمدنی برسم مدد معاش مقرر کی گئی۔ آپ کی تصانیف بلاد عرب و عجم میں دائر و سائر ہیں۔ (مترجمہ صفحہ ۲۰۳ تا ۲۰۵) آپ ۱۰۶۷ ہجری میں فوت ہو کر سیالکوٹ میں دفن ہوئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ

”اور رہا حرفیہ کی وجوہات سوا یک ان میں سے یہ کہ وہ نافیہ ہو۔ پس اگر وہ جملہ اسمیہ پر داخل ہو تو حجاز اور تہامہ اور نجد کے اہل زبان اسے لَیْسَ کا عمل دلاتے ہیں ساتھ ان شرطوں کے جو کتب نحو میں معروف ہیں مثل اس آیت مَا هَذَا بَشَرًا (سورۃ یوسف۔ ۳۱) اور مَا هُنَّ اُمَّهَاتِهِمْ (سورۃ المجادلۃ۔ آیت ۲) کے۔ یعنی ان آیتوں میں بَشَرًا اور اُمَّهَاتِهِمْ جو منصوب ہیں تو مآ نافیہ کی وجہ سے ہیں۔ کیونکہ مآ نافیہ کی خبر اِنَّ کے برخلاف منصوب ہوتی ہے۔“

اب اوّل تو یہ سوال ہے کہ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ جملہ اسمیہ ہے اور اس میں بَشَرًا کی طرح بَشَرًا یوں نہیں پڑھا گیا؟
دیگر یہ کہ اگر یہ مآ نافیہ ہے تو اَنَا ضمیر پر جو اسم ہے۔ دو عامل متضاد عمل والے جمع ہو گئے۔ اِنَّ اس کو نصب دے گا۔ اور مآ اس کو رفع دے گا کیونکہ اِنَّ اور مآ نافیہ کا عمل ایک دوسرے کے خلاف ہوتا ہے۔ جیسا کہ سید شریف جرجانی ”ماتہ عامل“ منظوم میں فرماتے ہیں۔

اِنَّ بَا اَنَّ كَانَ لَيْتَ لَكِنَّ لَعَلَّ

نا صِ اسم اند و رافع در خبر ضد ما و لا

یعنی اَنَّ وغیرہ حروف مشبہ بالفعل عمل میں مآ نافیہ اور لا نافیہ کی ضد ہوتے ہیں۔ اَنَّ وغیرہ اسم کو نصب دیتے ہیں اور خبر کو نصب دیتے ہیں۔ دیگر یہ کہ اِنَّ جب ضمیر واحد متکلم پر داخل ہو تو اِنَّ اَنَا نہیں بولتے بلکہ اِنِّی بولتے ہیں۔ جو یہاں پر نہیں ہے۔ پس آپ کے قول کے مطابق نہ اِنَّ کا اسم منصوب ہے اور نہ اس آیت میں مآ نافیہ کی خبر منصوب ہے پس آپ کے معنی غلط ہوئے۔

اگر آپ کہیں کہ مانے اِنَّ کے عمل کو یا طل کر دیا ہے۔ جیسا کہ کتب نحو میں مذکور ہے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس جواب سے آپ پر قبالی ڈگری ہو جائے گی کہ یہ مافیہ نہیں ہے۔ کیونکہ ما جو کافہ ہوتا ہے وہ زائدہ ہوتا ہے۔ اور اُس کا عمل اور معنی کچھ بھی نہیں لیا جاتا جیسا کہ ”صراح“ وغیرہ کی تصریحات اوپر مذکور ہو چکی ہیں۔

تحقیق ما اور الا:

اس لغوی اور معنوی تحقیق کے بعد ہم اس امر کے ثبوت میں کہ مرکب اِنَّمَا میں ما اور الا کے معنے ہوتے ہیں۔ یعنی اس کے معنے ہیں۔ ”سوائے اس کے نہیں“ دیگر آیات پیش کرتے ہیں اور لطف یہ کہ وہ بھی اسی مسئلہ اجتماع بشریت و رسالت کے متعلق ہیں۔

آیت	ترجمہ شاہ ولی اللہ صاحب	ترجمہ شاہ رفیع الدین صاحب
(۱) قَالُوا اِنَّ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا (سورہ ابراہیم آیت ۱۰)	گفتند نیشتمند مگر آدمی مانند ما۔	کہا انہوں نے نہیں تم مگر آدمی مانند ہماری۔
(۲) قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (سورہ ابراہیم آیت ۱۱)	گفتند بایشاں پیا مبران ایشان نیستما مگر آدمی مانند شما۔	کہا واسطے اُنکے پیغمبروں ان کے نے نہیں ہم مگر آدمی مانند تمہارے۔
(۳) قَالُوا مَا اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَمَا اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَيْءٍ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ (سورہ یس آیت ۱۵)	اہل دیہ گفتند نیستند شما مگر آدمی مانند ماونہ فرد فرستادہ است خدا یج چیز نیستند مگر شما دروغ گو	کہا انہوں نے نہیں تم مگر آدمی مانند ماونہ ہمارے اور انہیں اتاری رحمن نے کچھ چیز نہیں ہو تم مگر جھوٹے۔

قَالُوا رَبُّنَا يَعْلَمُ إِنَّا إِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُونَ - (سورہ یس - آیت ۱۶)	گفتند پروردگار مای داند کہ ہر مابسوئے شافر ستادگانیم	کہا انہوں نے پروردگار ہمارا جانتا ہے کہ تحقیق ہم طرف تمہاری البتہ رسولوں سے ہیں۔
---	--	--

ان سب آیات میں کلمات نفی ما اور إلا موجود ہیں اور مضمون یہی ہے کہ کفار ایک ذات میں بشریت اور رسالت کا اجتماع نہیں مانتے تھے۔ اور رسولوں کو بشری حالت میں دیکھتے ہوئے ان کی رسالت سے انکار کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کی طرف سے یہ جواب نقل کیا۔

”انہوں نے کہا کہ بات تو یہی ہے کہ ہم بشریت میں مثل تمہاری ہیں لیکن ہمارا امتیاز اس امر میں نہیں ہے۔ بلکہ وہ منصب نبوت میں ہے کہ ہم پر اللہ تعالیٰ کی وحی آتی ہے اور تمہاری طرف نہیں آتی۔ اور منصب نبوت اللہ تعالیٰ ہمیشہ بشروں کو ہی عطا کرتا رہا ہے اور اس کا انتخاب اس کے اپنے ہاتھ میں ہے۔“

یہی امر آیت قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ إِنَّمَا إِلَهُكُمُ إِلَهٌ وَاحِدٌ (سورہ کہف - آیت ۱۱۰) میں ہے جو آنحضرت ﷺ کے متعلق ہے۔ یعنی آنحضرت ﷺ کی نسبت بھی کفار کو یہی شبہ عارض ہوا کہ یہ شخص بشر ہو کر کس طرح رسول اللہ ہو سکتا ہے؟ جس کا اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جگہ جگہ رد کیا کہ رسالت بشریت کے منافی نہیں۔ بلکہ یہ ایک ذات میں جمع ہو سکتی ہیں۔ چنانچہ سابقاً ہمارا یہی دستور رہا ہے کہ ہم بشروں ہی کو رسول بناتے رہے ہیں۔ اسی طرح ہم نے اپنے حبیب پاک محمد ﷺ کو باوجود اس کے بشر (آدمی) ہونے کے رسالت سے نوازا ہے۔ چنانچہ فرمایا۔

وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ إِلَّا رِجَالًا نُّوحِي إِلَيْهِمْ (سورہ انبیاء - آیت ۷)

”اور نہیں بھیجے ہم نے پہلے تجھ سے مگر مرد کہ وحی بھیجتے تھے ہم طرف ان کی۔“

کتب ہائے بلاغت کی شہادت:

سورۃ ابراہیم اور سورۃ یٰسین کی مذکورہ بالا آیات کے متعلق جن میں بشریت و رسالت کے اجتماع کے معما کو حل کیا گیا ہے۔ ہم کتب ہائے بلاغت کی شہادت بیان کرتے ہیں۔ کیونکہ قرآن شریف بلاغت میں حدِ اعجاز تک پہنچا ہوا ہے اور سب انسان و جن اس کے مقابلہ سے عاجز ہیں۔ فنِ بلاغت کے قواعد علمائے اسلام ہی نے لکھے ہیں۔ اور انہوں نے وہ قواعد قرآن ہی سے سیکھے ہیں۔ قرآن مجید سے پیشتر یہ علم مدون نہیں تھا۔

امام رازی نہایہ الایحاز (۱) میں آیت - اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا کے متعلق لکھتے ہیں۔

”دوسرے (قاعدے) کی مثال اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے (جو کفار کی طرف سے

نقل کیا گیا ہے۔ کہ انہوں نے اپنے پیغمبروں سے کہا) اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ

مِثْلُنَا۔ ”یعنی نہیں ہو تم مگر بشر مثل ہماری“ پس بشریت تو معلوم ہے۔ لیکن کلام

کو اِنَّمَا کے سوا اِنْ اور اِلَّا سے اس لئے بیان کیا گیا کہ کفار نے یہ سمجھا کہ انبیاء

نے دعوے رسالت کرنے سے اپنے آپ کو بشر ہونے سے خارج کر لیا

ہے۔ پھر رسولوں کی طرف سے یہ جواب ہوا۔ یعنی۔ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ

نَحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ۔ اور اس میں بھی اِنْ اور اِلَّا کا استعمال کیا کیونکہ اس

شخص کا حکم جس کا خصم اس امر میں جس میں اس کے خلاف نہیں خلاف کا دعویٰ

کرتا ہے یہ ہے کہ وہ خصم کے کلام کو اس کی پیش کردہ صورت میں بیان

کرے۔ مثلاً جب تم کسی کو کہو تمہاری بابت ایسی ایسی بات ہے۔ تو وہ اس کے

جواب میں کہے گا۔ کہ ہاں میری بابت بات تو ایسی ایسی ہی ہے۔ لیکن وہ امر

جو تم اس کی وجہ سے مجھ پر لازم کرتے ہو مجھ پر لازم نہیں آتا تو اس بناء پر گویا

رسولوں نے کہا کہ یہ جو تم نے کہا کہ ہم تمہاری مانند بشر ہیں سو یہ ایسا ہی ہے۔

جیسا کہ تم نے کہا۔ اور ہم اس سے نہ انکار کرتے ہیں اور نہ اس سے ناواقف

ہیں۔ لیکن یہ بات ہم کو اس سے نہیں روکتی کہ اللہ تعالیٰ ہم پر رسالت کا احسان

واکرام کرے۔“ (۱۵۲ تا ۱۵۳ اتہلی مترجماً ملخصاً)

امام رازیؒ کی عبارت مذکورہ کا حاصل وہی ہے جو ہم گذشتہ صفحات میں لکھ آئے ہیں۔

(۲) اسی طرح علامہ تفتازانیؒ اسی آیت کے متعلق ”مختصر المعانی“ میں لکھتے ہیں۔

”گویا ان انبیاء علیہم السلام نے کہا کہ تم (کفار) نے ہمارے بشر ہونے کا جو

دعوے کیا ہے سو وہ حق ہے ہم اس کا انکار نہیں کرتے۔ لیکن یہ (بشریت) اس

بات کے منافی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم پر رسالت کا احسان کرے۔“ (اتہلی

مترجماً)

(۳) اسی طرح محقق ابن یعقوب مغربیؒ ”مواہب الفتح“ شرح تلخیص المفتاح میں اسی

آیت کی نسبت فرماتے ہیں۔

”یہ اس لئے ہے کہ مراد یہ ہے کہ (پیغمبروں نے کہا) کہ ہم صرف بشر (آدمی) ہیں

اور فرشتے نہیں ہیں۔ جس طرح تم کہتے ہو کہ پیغمبر فرشتوں کی جنس سے ہونا چاہیے لیکن

بشریت اور نفی رسالت میں ملازمت (لازم و ملزوم ہونا) نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے

بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے باوجود ان کے بشر ہونے کے رسالت کے لئے خاص کر

لینے کا انعام کر دیتا ہے۔“ (اتہلی مترجماً)

اسی طرح دیگر کتب بلاغت میں بھی لکھا ہے۔ لیکن ہم بخوف طوالت انہی حوالجات پر

اکتفا کرتے ہیں۔

ان حوالجات کے بعد ہم ایک خاص بات اپنے ناظرین کی توجہ کے لئے لکھتے ہیں کہ

علامہ قزوینیؒ اور علام تفتازانیؒ ہر دو اہل مشرق سے ہیں اور علامہ ابن یعقوب صاحب

مواہب الفتح“ مغربی ہیں۔ آپ اس سے یہ سمجھ سکتے ہیں کہ مشرق سے مغرب تک کے مصنفین جن کی تصنیفات تمام دنیائے اسلام میں پڑھی پڑھائی جاتی ہیں۔ وہ سب اس امر پر متفق ہیں کہ کفار بشریت و رسالت کے ایک ذات میں جمع ہونے سے منکر تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ اور اللہ کے رسول ان کو یہی جواب دیتے رہے کہ ان دونوں میں منافات نہیں ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ بشری ہی کو یہ عزت رسالت بھی بخشا رہا ہے۔ واللہ البہادی۔

مسلمہ اردو و فارسی تراجم کی شہادت:

اب ہم مسلمہ کل اردو و فارسی تراجم کی شہادت سے ثابت کرتے ہیں کہ سب میں اِنَّمَا کے معنی ”جزایں نیست“ سوائے اسکے نہیں۔“ اور ”صرف یہی بات ہے۔“ وغیرہ لکھے ہیں۔ جو اردو اور فارسی زبان میں حصر کے معنی دیتے ہیں۔ اور ایک ترجمہ میں بھی مولوی عبدالغنی صاحب کے بیان کردہ معنی یعنی ”تحقیق نہیں ہوں“ نہیں لکھے۔ یہ ان کے من گھڑت معنی ہیں۔ جن کی شہادت کتب میں موجود ہے۔

آیت	ترجمہ	نام مترجم
قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحٰى اِلٰى اَنَّمَا اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (سورہ کہف۔ آیت ۱۱۰)	گو جزایں نیست کہ من آدمی ام مانند شما و جی فرستادہ می شود و بسوئے من کہ معبود شما ہماں معبود یکتا اوست	شاہ ولی اللہ صاحب
	کہہ سوائے اس کے نہیں کہ میں آدمی ہوں مانند تمہاری وحی کی جاتی ہے طرف میری یہ کہ معبود تمہارا معبود ایک ہے۔	شاہ رفیع الدین صاحب

<p>مولینا اشرف علی صاحبؒ</p>	<p>آپ یوں بھی کہہ دیجئے کہ میں تو تم ہی جیسا ایک بشر ہوں میرے پاس بس یہی وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود (برحق) ایک ہی معبود ہے۔</p>	
<p>مولینا ابوالکلام صاحبؒ</p>	<p>(نیز) کہہ دے میں تو اس کے سوا کچھ نہیں ہوں کہ تمہارے ہی جیسا ایک آدمی ہوں البتہ اللہ نے مجھ پر وحی کی ہے کہ تمہارا معبود وہی ایک ہے اسکے سوا دوسرا نہیں۔</p>	
<p>شاہ ولی اللہ صاحبؒ</p>	<p>وچوں گفتہ می شود ایشاں راتبہ کاری میکند در زمین گوئند بحزب این نیست کہ ما اصلاح کاریم۔</p>	<p>وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ قَالُوا إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ (سورہ بقرہ۔ آیت ۱۱)</p>
<p>شاہ رفیع الدین صاحبؒ</p>	<p>اور جب کہا جاتا ہے واسطے انکے مت فساد کرو بیچ زمین کے کہتے ہیں سوائے اس کے نہیں کہ ہم سنوارتے ہیں۔</p>	
<p>شاہ عبدالعزیز صاحبؒ</p>	<p>وچوں گفتہ می شود ایشاں را کہ فساد مکنید در زمین میگفتند کہ جز این نیست کہ ما اصلاح کنندگانیم۔</p>	

<p>شاہ ولی اللہ صاحبؒ</p>	<p>جزایں نیست کہ حرام کردہ است برشما مردار و خون را و گوشت خوک را و آنچه آواز بلند کردہ شود در ذبح وے بغیر خدا۔</p>	<p>إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالْدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهْلَ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ۔ (سورہ بقرہ۔ آیت ۱۷۳)</p>
<p>شاہ رفیع الدین صاحبؒ</p>	<p>سوائے اسکے نہیں کہ حرام کیا اوپر تمہارے مردار اور لہو اور گوشت سور کا اور جو کچھ پکارا جائے اوپر اسکے واسطے غیر اللہ کے۔</p>	
<p>مولینا اشرف علی صاحبؒ</p>	<p>اللہ تعالیٰ نے تم پر صرف حرام کیا ہے مردار کو اور خون کو (جو بہتا ہو) اور خنزیر کے گوشت کو (اس طرح کے سب اجزاء کو) اور ایسے جانور کو جو (بقصد تقرب) غیر اللہ کے نامزد کر دیا ہو۔</p>	

اسی طرح قرآن شریف میں وہ آیات بہت کثرت سے ہیں جن میں یہ لفظ اَنَّمَا
وارد ہے۔ ان سب آیات میں مترجمین نے یہی معنی کئے ہیں اور سارے قرآن مجید میں
ایک مقام بھی ایسا نہیں جہاں کسی مترجم نے مولوی عبدالغنی صاحب کے مطابق ترجمہ کیا ہو۔

دیگر آیات قرآنی:

اب ہم اس عنوان کے ذیل میں بعض دیگر آیات بیان کرتے ہیں اور ثابت کرتے
ہیں کہ ان میں لفظ اَنَّمَا کے مولوی عبدالغنی صاحب کے بیان کردہ معنی کرنے سے نہ اللہ

تعالیٰ کی توحید باقی رہتی ہے۔ نہ (معاذ اللہ) آنحضرت ﷺ کی نبوت نہ قیامت اور نہ حلال و حرام کی تمیز گویا یوں سمجھئے کہ سارا دین الٹ جاتا ہے۔ اور مولوی عبدالغنی صاحب نے دین محمدی سے ایسا سلوک کیا ہے جو پولوس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دین سے کیا تھا۔ کہ نہ توحید رکھی نہ عیسیٰ علیہ السلام کی رسالت نہ حلال حرام کی تمیز۔ اور یہ سب کچھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی محبت کے بھیس میں کیا۔ اسی طرح مولوی عبدالغنی صاحب بھی یہ سب کچھ آنحضرت ﷺ کی محبت کے بھیس میں کر رہے ہیں۔ تشابہت قلوبہم۔

وہ آیات جو ہم اس عنوان کے ضمن میں لکھیں گے۔ بطور مشتمل نمونہ از خروارے ہوں گی۔ ورنہ قرآن شریف میں اس مفہوم کی بکثرت آیات ہیں جہاں لفظ انما ہے۔ وہاں پر مولوی عبدالغنی والے معنی کرنے سے مفہوم بدل جاتا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

توحید کے متعلق آیات

آیت	شاہ رفیع الدین صاحب	مولوی عبدالغنی صاحب کے مطابق
إِنَّمَا اللَّهُ إِلَهٌ وَاحِدٌ (سورہ النساء۔ آیت ۱۷۱)	(صحیح ترجمہ) سوائے اسکے نہیں کہ اللہ معبود اکیلا ہے۔ (استغفر اللہ)۔	(غلط ترجمہ) تحقیق نہیں ہے اللہ معبود اکیلا۔
وَقَالَ اللَّهُ لَا تَتَّخِذُوا إِلَهَيْنِ إِنَّمَا هُوَ إِلَهُ وَاحِدٌ (سورہ النحل۔ آیت ۱۸)	اور کہا اللہ نے مت پکڑو دو معبود سوائے اس کے نہیں کہ وہ معبود اکیلا ہے۔	اور کہا اللہ نے مت پکڑو دو معبود۔ تحقیق نہیں ہے وہ معبود اکیلا۔ العیاذ۔

تحقیق نہیں ہے معبود تمہارا اللہ۔ وہ جو نہیں کوئی معبود مگر کوئی معبود مگر وہ ہے۔ وہ۔	سوائے اسکے نہیں کہ معبود تمہارا اللہ ہے وہ جو نہیں کوئی معبود مگر وہ ہے۔ وہ۔	إِنَّمَا إِلَهُكُمُ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ۔ (سورہ طہ آیت ۹۸)
---	---	--

نبوت کے متعلق آیات

کہہ سوائے اسکے نہیں کہ میں ڈرانے والا ہوں۔ ہوں میں منذر (ڈرائیو والا عذاب الہی سے) معاذ اللہ۔	کہہ سوائے اسکے نہیں کہ میں ڈرانے والا ہوں۔ ہوں میں منذر (ڈرائیو والا عذاب الہی سے) معاذ اللہ۔	قُلْ إِنَّمَا أَنَا مُنذِرٌ۔ (پ ۲۳۔ ص ۶۵) آیت ۶۵
تحقیق نہیں ہے تو ڈرانے والا۔ (معاذ اللہ)	سوائے اس کے نہیں کہ تو ڈرانے والا ہے۔ والا۔ (معاذ اللہ)	إِنَّمَا أَنْتَ نَذِيرٌ۔ (سورہ ہود۔ آیت ۱۲)
کہہ اے لوگو! تحقیق نہیں ہوں میں واسطے تمہارے ڈرانے والا ظاہر۔ (معاذ اللہ)	کہہ اے لوگو! سوائے اس کے نہیں کہ میں واسطے تمہارے ڈرانے والا ہوں ظاہر۔ والا ظاہر۔ (معاذ اللہ)	قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا أَنَا لَكُمْ نَذِيرٌ مُّبِينٌ (سورہ حج۔ آیت ۴۹)

قیامت کے متعلق آیات

اور تحقیق نہیں پورے دیئے جاؤ گے تم بدلے اپنے دن قیامت کے۔ (معاذ اللہ)	اور سوائے اس کے نہیں کہ پورے دیئے جاؤ گے تم بدلے اپنے دن قیامت کے	وَأَنَّمَا تَوْفُونُ أَجُورَكُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ (سورہ آل عمران۔ آیت ۱۸۵)
تحقیق نہیں جزا دیئے جاؤ گے جو کچھ کہ تھے تم کرتے۔ (معاذ اللہ)	سوائے اس کے نہیں کہ جزا دیئے جاؤ گے جو کچھ کہ تھے تم کرتے۔	إِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ (سورہ طور۔ آیت ۱۶ سورۃ تحریم آیت ۷)

حلال و حرام کے متعلق آیات

<p>تحقیق نہیں حرام کیا اور تمہارے مردار اور خون اور گوشت سورکا اور جو کچھ پکارا جائے اور اس کے واسطے غیر اللہ۔ (استغفر اللہ)</p>	<p>سوائے اس کے نہیں کہ حرام کیا اور تمہارے مردار اور لہو۔ اور گوشت سورکا اور جو کچھ پکارا جائے اور اس کے واسطے غیر اللہ کے</p>	<p>إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالْدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أَهْلَ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ۔ (سورہ بقرہ۔ آیت ۱۷۳)</p>
<p>کہہ تحقیق نہیں حرام کی ہیں رب میرے نے بے حیا یاں جو ظاہر ہیں ان میں سے اور جو چھپی ہیں۔ اور گناہ اور سرکشی ساتھ ناحق کے اور یہ کہ شریک لاؤ ساتھ اللہ کے وہ چیز کہ نہ اتاری ساتھ اسکے دلیل اور یہ کہ کہو اور پر اللہ کے جو کچھ کہہ نہیں جانتے۔</p>	<p>کہہ سوائے اس کے نہیں کہ حرام کی ہیں پروردگار میرے نے بے حیا یاں جو ظاہر ہیں ان میں سے اور جو چھپی ہیں اور گناہ اور سرکشی ساتھ ناحق کے اور یہ کہ شریک بنائیں ساتھ اللہ کے وہ چیز کہ نہیں اتاری ساتھ اس کے دلیل اور یہ کہ کہو اور پر اللہ کے جو کچھ نہیں جانتے۔</p>	<p>قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّي الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَّنَ إِلَّا أَنَا وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَأَنْ تُشْرِكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يَنْزِلْ بِهِ سُلْطَانًا وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ۔ (سورہ اعراف آیت ۳۳)</p>
<p>تحقیق جو لوگ کھاتے ہیں مال یتیموں کے ساتھ ظلم کے نہیں کھاتے وہ اپنے پیٹوں میں آگ۔</p>	<p>تحقیق وہ لوگ جو کھاتے ہیں مال یتیموں کے ظلم سے سوائے اس کے نہیں کہ کھاتے ہیں بچ پیٹوں اپنے کے آگ۔</p>	<p>إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَى ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا (سورہ آل عمران آیت ۱۰)</p>

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو تحقیق نہیں ہیں شراب اور جو اور تھان بتوں کے اور پانے گندے کام شیطان کے۔	اے لوگو! جو ایمان لائے ہو سوائے اس کے نہیں کہ شراب اور جو اور تھان بتوں کے اور پانے گندے کام ہیں شیطان کے۔	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ (سورہ مائدہ - آیت ۹۰)
--	--	--

ناظرین! یہ چند مثالیں (۱) بطور نمونہ بیان کی گئی ہیں۔ جن میں صرف ایک لفظ اِنَّمَا کے معنی بدلنے سے معاذ اللہ قرآن کی تعلیم میں نہ تو حید الہی باقی رہتی ہے نہ آنحضرت ﷺ کی نبوت پر ایمان نہ قیامت پر یقین رہتا ہے اور نہ اعمال کی سزا کا خوف و امید نہ حلال و حرام کی تمیز رہتی ہے نہ کچھ اور۔ غرض سارا دین الٹ جاتا ہے۔ مردار خون، خنزیر کا گوشت، نذر لغیر اللہ، یتیموں کا مال ناحق کھانا، شراب، جو کچھ بھی حرام نہیں رہتا، کہنے کو تو یہ ہے کہ صرف ایک لفظ کے معنی بدلے گئے۔ لیکن وہ ایک لفظ ہی ایسا ہے کہ اس کے معنی بدلنے سے سارا دین بدل جاتا ہے۔ یہ ہے مولینا عبدالغنی صاحب کا پولوسی سلوک دین محمدی کے ساتھ۔

ہم نے حقیقت امر واضح کر کے سامنے رکھ دی ہے۔ اب آپ خواہ تو حید، نبوت، قیامت اور حلال و حرام کو قرآن کا مذہب سمجھیں۔ خواہ ان سب امور کا انکار کر کے مسلمان کہلائیں اور اسے آنحضرت ﷺ کی محبت قرار دیں۔ یہ آپ کی مرضی ہے۔

تیسرا مغالطہ:

شان رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام میں غلو کرنے کی بنیاد رکھنے والے بزرگ کی زبانی بہت لوگوں نے سنا ہے کہ وہ اپنے وعظوں میں فرمایا کرتے ہیں۔

وہ احادیث جن میں لفظ اِنَّمَا ایسے ہی موقعوں پر وارد ہوا ہے وہ ہم خوف طوالت نہیں لکھ سکتے۔ مثلاً اِنَّمَا بُعِثْتُ فَاتِّبِعُوا وَخَاتِمًا اور اِنَّمَا بُعِثْتُ رَحْمَةً۔ (جامع صغیر جلد ۱ - ص ۷۹)

قرآن شریف میں لکھا ہے کہ رسول ﷺ کو بشر کہنے سے آدمی کا فر ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَقَالُوا ابْشِرْ يَهُدُ وَنَنَافِكُفَرُوا (سورہ تغابن۔ آیت ۶) ”یعنی انہوں نے کہا کہ کیا ہم کو بشر ہدایت کرتے ہیں۔ پس وہ کافر ہو گئے۔“ یعنی رسولوں کو بشر کہنے کی وجہ سے وہ لوگ عند اللہ کافر ہو گئے۔ اس کا جواب دو طرح پر ہے۔

اول۔ اس طرح کہ یہ آیت آنحضرت ﷺ سے پیشتر کے انبیاء علیہم السلام اور ان کی قوموں کے متعلق حکایت مذکور ہوئی ہے اگر اس آیت سے یہی مراد ہے جو مغالطہ دینے والے بزرگ نے بتائی ہے۔ تو اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ سب انبیاء جو آنحضرت ﷺ سے پیشتر ہوئے۔ بشر اور اولادِ آدم علیہ السلام سے نہ تھے۔ حالانکہ یہ خلاف قرآن و حدیث ہے۔ اور سراسر باطل ہے۔ کوئی بھی اس کا قائل نہیں۔ دیگر اس طرح کہ یہ معنی بالکل غلط اور خلاف تصریحات مفسرین ہیں اور دوسرے مغالطہ کی آیت قرآن شریف کی تحریف معنوی ہے۔ کیونکہ پوری آیت کو سامنے رکھ کر اور اس سے پہلی کو ساتھ ملا کر اور دوسری آیات کا لحاظ کرتے ہوئے۔ اور آئمہ مفسرین کی تصریحات پر نظر رکھتے ہوئے اس کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام نے قوموں کو اپنے وقت میں تبلیغ رسالت کی تو قوموں نے ان کو بشری صورت اور حواج میں دیکھ کر تعجب و انکار سے کہا کہ ”کیا! یہ لوگ بشر ہو کر ہمارے ہادی بن بیٹھے ہیں؟۔ پس اس وجہ سے انہوں نے ان سے منہ موڑ لیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے بھی ان سے بے پرواہی کا سلوک کیا۔ چنانچہ پوری آیت مع پہلی آیت کے یوں ہے۔

الْمَ يَا تَكُمُ نَبُو الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَبْلُ فَاَقُوا وِبَالَ اَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيمٌ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهُ كَانَتْ تَاْتِيهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَاَقَالُوا ابْشِرْ يَهُدُ وَنَنَّا فَكَفَرُوا وَاتَوَلَّوْا اسْتَغْنٰی اللّٰهُ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ۔ (سورہ تغابن۔ آیت ۶۵)

”کیا نہیں آئی خبر تم کو ان لوگوں کی کہ کافر ہوئے پہلے اس سے پس چکھا انہوں نے

وہاں اپنے کام کا اور واسطے ان کے عذاب ہے درد دینے والا۔ یہ بسبب اس کے ہے کہ آئے تھے پاس ان کے پیغمبران کے ساتھ دلیلوں ظاہر کے۔ پس کہا انہوں نے کیا آدمی راہ دکھادیں گے ہم کو؟ پس کافر ہوئے اور منہ پھیر لیا۔ اور بے پرواہی کی اللہ نے اور اللہ بے پرواہ ہے تعریف کیا گیا۔

کافروں کے انکار کی وجہ:

آیت کے آگے پیچھے کو ملانے سے صاف واضح ہو گیا۔ کہ ان سب قوموں نے حسب آئین کفر اپنے وقت کے رسولوں کی رسالت سے اس لئے کفر کیا کہ وہ بشر کے لئے اللہ کی رسالت جائز نہیں جانتے تھے۔

علاوہ اس کے ہم صرف حنفی مفسرین کی تصریحات سے دکھاتے ہیں کہ سب نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہمارے ہی موافق اس کی تفسیر کی ہے۔ کسی نے بھی غلو کی بنیاد رکھنے والے بزرگ کے موافق تفسیر نہیں کی۔ چنانچہ علامہ نسفیؒ جن پر حنفیوں کے نزدیک اجتہاد فی المذہب ختم ہے۔ ”تفسیر مدارک“ میں فرماتے ہیں۔

(فَقَالُوا أَبَشَّرَ يَهُدُ وَنَنَا) انكروا الرسالة للبشر ولم ينكروا العبادة للبحر (فكفروا) بالرسول (مدارک جلد ۲۔ بر حاشیہ خازن) (پس کہا انہوں نے کیا بشر ہدایت کریں گے ہم کو؟) انہوں نے بشر کی رسالت سے تو انکار کیا لیکن پتھروں کی عبادت سے انکار نہ کیا۔ تو انہوں نے رسولوں کے ساتھ کفر کیا۔

(۲) اسی طرح علامہ ابوالسعود حنفیؒ جس کی عربیت پر حنفیوں کو فخر کرنا چاہیے اس آیت کی تفسیریوں کرتے ہیں۔

(أَبَشَّرَ يَهُدُ وَنَنَا) ای قال كل قوم من المذکورین فی حق رسولهم الذی اتهم بالمعجزات منکرین لكون الرسول من جنس البشر متعجبین من ذلك أَبَشَّرُ يَهْدِينَا كما قالت ثمود أَبَشَّرَا مِنَّا وَاحِدًا اتَّبَعُهُ وَقَدْ اجمل

فی الحکایۃ فاسند القول الیٰ جمیع الا قوام وارید بالبشر الجنس فوصف بالجمع كما اجمل الخطاب والا مرفی قوله تعالیٰ یٰٰیُّهَا الرُّسُلُ کُلُّوْا مِنْ الطَّیِّبَاتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا (فَکْفَرُوْا) اِی بِالرُّسُل (ج ۵۔ بہامش التفسیر الکبیر) کیا بشر ہم کو ہدایت کریں گے یعنی ہر قوم نے مذکورہ اقوام میں سے اپنے اس رسول کے حق میں جو ان کے پاس معجزات لے کر آیا۔ اس رسول کے جنس بشر میں ہونے کی وجہ سے منکر ہو کر تعجب سے کہا کیا ہم کو بشر ہدایت کرتا ہے؟ جس طرح کہ قوم ثمود نے کہا تھا۔ ”کیا ہم اپنے میں سے ایک بشر کی پیروی کر لیں۔“ اور اللہ تعالیٰ نے اس حکایت کو مجملاً ذکر کیا اور اس قول کی نسبت سب اقوام کی طرف کی۔ کہ بشر سے مراد جنس بشر ہے۔ پس جمع کے لفظ سے ذکر کیا۔ جس طرح کہ امر اور خطاب کو اس آیت میں بالا جمال ذکر کیا۔

”اے پیغمبرو! حلال اور پاک چیزیں کھاؤ اور نیک کام کرو۔“ (پس ان کفار) نے انکار کیا۔ یعنی رسولوں (کی رسالت) سے۔

ان حوالجات سے صاف طور پر واضح ہو گیا کہ حنفی مفسرین جن کا علمی تجر و قابلیت اور عقیدہ و صلاحیت عمل دنیا جہان میں مسلم ہے۔ اس آیت کی تفسیر وہی کچھ کرتے ہیں جو اہل حدیث کرتے ہیں۔

چوتھا مغالطہ:

چوتھا مغالطہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نور مجسم تھے۔ آپ کا سایہ نہیں تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا قَدْ جَاءَ کُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُورٌ وَ کِتَابٌ مُّبِیْنٌ (سورہ مائدہ آیت ۱۵) اس آیت میں کتاب مبین تو قرآن شریف کو کہا گیا ہے اور نور آنحضرت ﷺ کی ذات کو۔

اس کا جواب۔ مفسرین نے کہا کہ اس آیت کی تفسیر میں دو قول ہیں۔ اول یہ کہ

نور اور کتاب مبین ہر دو قرآن شریف کی صفات ہیں۔ دیگر یہ کہ نور سے مراد آنحضرت ﷺ کی ذات مقدس ہے۔ اور کتاب سے مراد قرآن مجید ہے (دیکھو تفاسیر علامہ نسفی حنفی) بلکہ علامہ ابوالسعود نے تو اس دوسرے قول کو یعنی نور سے ذات آنحضرت ﷺ کی مراد ہونے کو لفظ قیل سے ذکر کیا ہے۔ جو مصنفین کے نزدیک اس قول کے ضعیف و مرجوع ہونے کی دلیل ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں۔

(قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ) وَتَوَيْنُ نُورٍ لِلْفَحِيمِ وَالْمُرَادُ بِهِ بِقَوْلِهِ تَعَالَى وَلِكِتَابٍ مُبِينٍ الْقُرْآنُ وَالْعَطْفُ الْمَغَايِرَةُ بِالذَّاتِ وَقِيلَ الْمُرَادُ بِالْأَوَّلِ هُوَ الرَّسُولُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ بِالثَّانِي الْقُرْآنُ۔

”تحقیق آچکی ہے تم کو اللہ کی طرف سے روشنی اور کتاب مبین۔ اور تین نور کی واسطے تقسیم کے ہے۔ اور مراد اس سے اور اللہ تعالیٰ کے قول (کتاب مبین) سے قرآن ہے۔ اور عطف اس لئے ہے کہ مغائرتِ وصفی و عنوانی کو بمنزلہ مغائرتِ ذاتی کے سمجھا گیا ہے۔ اور اس میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ مراد اول (لفظ نور) سے رسول ﷺ ہیں اور دوسرے (کتاب مبین) سے قرآن شریف ہے۔

اس سے صاف واضح ہو گیا کہ علامہ ابوالسعود حنفی کے نزدیک بھی پہلا قول یعنی نور اور کتاب مبین ہر دو سے قرآن شریف مراد ہونا رائج ہے اور ایک چیز کی ایک صفت کو اس کی دوسری صفت پر معطوف کرنا قرآن مجید میں دیگر مقامات پر بھی موجود ہے۔ مثلاً سورہ حجر میں فرمایا:

وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ سَبْعًا مِنَ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنَ الْعَظِيمَ (سورۃ الحجر۔ آیت ۸۷)

”اور (اے پیغمبر!) البتہ تحقیق دیں ہم نے تجھ کو سات آیتیں مکرر پڑھی جانے والی

اور وہی القرآن العظیم (بھی) ہیں۔“

یہ احسان سورہ فاتحہ عطا ہونے کے متعلق ہے۔ اور مثانی اور القرآن العظیم ہر دو قرآن

مجیدی کی صفات ہیں (جیسا کہ صحیح بخاری میں خود آنحضرت ﷺ سے مراد ہے (۱) اور

صاحب مجمع البحار نے اسے من باب عطف الصفة علی الصفة کہا ہے۔ اور یہی

مقصود حاصل ہے علامہ ابوالسعود حنفیؒ کی عبارت والعطف لتزلیل المغائرة بالذات کا

یعنی مغائرت ذاتی کی بجائے مغائرت وصفی قرار دے کر عطف ڈالا گیا۔

دیگر یہ کہ قرآن شریف کی دیگر آیات میں واضح طور پر صرف قرآن مجید کو نور کہا گیا

ہے۔ جہاں پر سوائے اس کے اور مراد ہو نہیں سکتی۔ مثال کے طور پر ملاحظہ ہوں آیات ذیل۔

(۱) فَأَمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالنُّورِ الَّذِي أَنْزَلْنَا (سورہ تغابن۔ آیت ۸)

”پس ایمان لاؤ تم اللہ پر اور اس کے رسول پر (۲) اور اس نور پر جو ہم نے نازل کیا۔

(۲) وَلَكِنْ جَعَلْنَاهُ نُورًا (سورہ شوریٰ۔ آیت ۵۲)

لیکن بنایا ہم نے اس کو نور۔ (۳)

(۳) وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُورًا مُبِينًا (سورہ النساء۔ آیت ۱۷۵)

اور نازل کیا ہم نے تمہاری طرف نور (۴) واضح کرنے والا۔

(۴) وَاتَّبِعُوا النُّورَ الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ (سورہ اعراف۔ آیت ۱۵)

اور پیروی کی انہوں نے اس نور کی جو نازل کیا گیا ساتھ اس کے۔

ان جملہ آیات سے جن کی تفسیر صرف حنفی مذہب کے اقوال سے ذکر کی گئی ہے۔

صاف ظاہر ہو گیا کہ قرآن شریف میں نور کی صفت قرآن مجید کے لئے کئی جگہ پر ہے۔ پس

قاعدہ ”الْقُرْآنُ يُفَسِّرُ بَعْضُهُ بَعْضًا“ یعنی قرآن شریف کا بعض حصہ بعض کی تفسیر کرتا

ہے۔ پس اس مقام پر یعنی سورہ مائدہ کی آیت میں بھی نور سے مراد قرآن شریف ہے۔

(۱) بخاری کتاب التفسیر: باب اجاء فی فاتحہ الکتاب ج ۴ ص ۴۴

(۲) علامہ نسفی اور علامہ ابوالسعود کہتے ہیں اس آیت میں رسول ﷺ سے مراد محمد ﷺ ہیں۔ اور نور سے مراد قرآن شریف

ہے ۱۲ منہ (۳) تفسیر مدارک میں جعلنہ کی ضمیر مفعولی کا مرجع کتاب کو کہا ہے۔

(۴) تفسیر مدارک اور تفسیر ابی السعود میں کہا ہے کہ مراد نور سے قرآن ہے۔

دیگر یہ کہ اگر اس سے آنحضرت ﷺ بھی مراد لئے جائیں تو بھی غالیوں کا جو مقصود ہے کہ آپ ﷺ بشریت سے اوپر اور اولاد آدم کے سوا کچھ اور ہوں پورا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ آپ وصفی اور حکمی طور پر نور ہیں نہ کہ حسی اور جسمی طور پر۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے سورج کو بھی اور آنحضرت ﷺ کو بھی سراج (۱) (چراغ) فرمایا۔ اور ظاہر ہے کہ سورج کا چراغ ہونا اور نوعیت کا ہے۔ اور آنحضرت ﷺ کا اور نوعیت کا۔ یعنی سورج جسمانیات کے لئے روشنی ہے۔ اور آنحضرت ﷺ روحانیت کے لئے ہیں اور اسی نوع کا نور قرآن شریف بھی ہے۔ یعنی آنحضرت اور قرآن شریف ہر دو ہدایت و ارشاد میں ایک ہی نوعیت کے یعنی معنوی نور ہیں۔ اور اسی معنی سے مفسرین کے ہر دو سے (یعنی نور اور کتاب مبین) قرآن مجید ہی مراد لے کر اس کی وجہ یوں بیان کی ہے۔

یرید القرآن لکشفہ ظلمات الشرک والشک ولا یاتنہ ما کان خافیا علی الناس من الحق اولاً نہ ظاہر الا عجاز ”اس سے قرآن مجید مراد ہے۔ کیونکہ وہ شرک اور شک کے اندھیرے دور کرتا ہے۔ اور اس لئے بھی کہ اس نے حق کی باتیں واضح کیں جو لوگوں پر مخفی تھیں۔ یا اس وجہ سے (وہ نور ہے) کہ اس کا معجز ہونا ظاہر و بین ہے اور اس کے بعد آنحضرت ﷺ مراد لینے کی صورت میں فرمایا۔

اَوِ النَّوْزُ مُحَمَّدٌ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَانَّهٗ یُهْتَدٰی بِهٖ کَمَا سُمِّیَ سِرَاجًا۔ یا نور سے مراد آنحضرت ﷺ ہیں۔ کیونکہ آپ سے ہدایت کی جاتی ہے جیسا کہ آپ کا نام سراج (چراغ) بھی رکھا۔

حضور ﷺ پاک کیسے نور ہیں؟

اور اس میں کچھ بھی شک نہیں کہ آنحضرت ﷺ اور قرآن مجید دونوں حقائق کے واضح

(۱) سورۃ فرقان آیت ۶۱ سورۃ نوح آیت ۱۶ اور سورۃ نبا آیت ۱۳ میں سراج سورج کو اور سورۃ احزاب آیت ۴۶ میں

آنحضرت ﷺ کو کہا گیا ہے۔ ۱۲ منہ

اور جسمانیات پر پڑ تو آگن ہو کر ظاہری اندھیروں کو دور کرتا ہے اور حقائق اشیاء کو ظاہر کرتا ہے۔ اور ان میں تمیز کراتا ہے۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ اور قرآن مجید کا پر تو باطن اور روحانیت پر پڑتا ہے۔ تو قلبی اندھیرے دور ہو جاتے ہیں۔ اور آدمی گمراہ ہونے سے بچ جاتا ہے۔ اور نیکی و بدی اور کردہ و نا کردہ امور (کردنی و نا کردنی امروں) کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔ پس جب یہ حال ہے کہ آنحضرت ﷺ اور قرآن مجید معنوی اور وصفی طور پر نور ہیں۔ تو غالیوں کا یہ قول کہ جب آنحضرت ﷺ نور ہیں تو آپ جنس بشر سے کس طرح ہو سکتے ہیں۔ بالکل غلط ہے۔ اور ان کا اس کی شہادت میں قرآن شریف کی یہ آیت پیش کرنا سراسر مغالطہ ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ آپ کا سایہ نہیں تھا۔ سو یہ بھی بالکل بے ثبوت ہے۔ کسی صحیح حدیث میں ایسا وارد نہیں ہوا۔ (۱) اور ایسی کتابوں میں اس کا مرقوم ہونا جن میں صحت کا التزام نہیں ہے۔ اور ان میں ہر طرح کی رطب و یابس باتیں پائی جاتی ہیں۔ اس کی صحت کی دلیل نہیں۔ چنانچہ قلعہ سیالکوٹ پر سٹی انسپکٹر پولیس احمد خاں صاحب کے سامنے صد ہا مسلمانوں کی موجودگی میں اسی مسئلہ میں مولوی عبدالغنی صاحب مذکور الفوق سے جو گفتگو ہوئی اس میں اس عاجز نے ان سے یہی سوال کیا تھا۔ کہ کیا آپ اس کے متعلق کوئی صحیح روایت بتا سکتے ہیں؟ تو مولوی عبدالغنی صاحب نے صاف الفاظ میں فرمایا تھا کہ ”روایت تو کوئی نہیں لیکن جب آپ ﷺ نور تھے۔ تو نور کا سایہ کس طرح ہو سکتا ہے۔؟ (یہ ایک عقلی ڈھکوسلا ہے)

اس کے جواب میں اس عاجز نے کہا کہ الحمد للہ یہ تو آپ نے تسلیم کر لیا کہ اس کے ثبوت میں کوئی صحیح روایت نہیں ہے۔ اور آپ کا یہ قول کہ جب آپ نور ہیں تو آپ کا سایہ

(۱) جبکہ رسول اللہ ﷺ کے سائے کا ثبوت کئی صحیح احادیث میں ہے۔ دیکھئے مسند احمد (۶/۱۳۲، ۲۱۶، ۳۳۸) طبقات ابن

سعد (۸/۱۲۷) صحیح ابن خزيمة (۸۹۲ ح) متدرک حاکم (۳/۲۵۶) وغیرہا من الکتاب (کاشف)

کس طرح ہو سکتا ہے! ایک قیاسی امر ہے۔ اور وہ بھی بے قاعدہ ہے۔ (۱)

جب حاضرین نے سنا کہ مولوی عبدالغنی صاحب حضور ﷺ کے سایہ کے متعلق کوئی روایت پیش نہیں کر سکے۔ بلکہ اس سے انکار کر رہے ہیں۔ تو ان کی حیرت کی حد نہ رہی کہ مولوی صاحب تو قریباً ہر روز عام طور سے حضور ﷺ کا سایہ نہ ہونا بیان فرمایا کرتے تھے۔ آج کیا ہو گیا کہ آپ فرماتے ہیں کہ روایت کوئی نہیں۔

پانچواں مغالطہ :

(حضور ﷺ کا اپنے پیچھے سے بھی دیکھنا) قلعہ سیالکوٹ والی گفتگو میں مولوی عبدالغنی صاحب نے حضور ﷺ کے جنس بشر سے نہ ہونے کی ایک دلیل یہ بھی پیش کی کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں۔ کہ میں اپنے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔ (۲) تو کیا کوئی بشر پیچھے کی طرف سے دیکھ سکتا ہے؟

اس کا جواب یہ دیا گیا تھا کہ یہ ایک معجزہ (۳) اور رسالت کی دلیل ہوتی ہے نہ کہ بشریت سے خارج ہونے کی۔ اس طرح تو عیسائی کہہ سکتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جو معجزات دکھائے وہ انسان کی طاقت سے اوپر ہیں۔ اس لئے آپ بشر نہیں ہیں۔ تو کیا آپ ان کی اس دلیل کو تسلیم کر لیں گے؟ ہرگز نہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ ہر نبی کو اللہ تعالیٰ نے بتقاضائے حکمت الگ الگ معجزے دیئے۔ کسی کو کوئی کسی کو کوئی۔ کسی کو کم کسی کو زیادہ۔ چونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سید المرسلین

(۱) کیونکہ یہ قیاس مع الفارق ہے۔ اور قیاس کے لئے ضروری ہے کہ مقیس اور مقیس علیہ ہر دو ایک جنس کے ہوں۔ آنحضرت ﷺ کا نور ہونا معنوی ہے اور وصفی امر ہے۔ اور سورج و چراغ ہونا حسی اور مشاہدے کے متعلق ہے۔ پس سورج اور چراغ کے سائے نہ ہونے سے آپ کا سایہ نہ ہونا کیسے ثابت ہو سکتا ہے؟ یہ بالکل بے علمی کی دلیل ہے۔ ۱۲ منہ۔

(۲) بخاری کتاب الاذان: باب تسویۃ الصفوف عند الاقامۃ وبعدھا ح ۱۸ مسلم کتاب الصلوٰۃ: باب تسویۃ الصفوف و اقامتھا ح ۴۴۴

(۳) علامہ عینی حنفی شرح صحیح بخاری میں اس حدیث کے ذیل میں کہتے ہیں۔ وَفِیْہِ مُعْجَزَةُ النَّبِیِّ ﷺ (ج ۲ ص ۹۰ مطبوعہ مصر) کہ اس میں نبی ﷺ کا معجزہ ہے۔

چھٹا مغالطہ:

مولوی عبدالغنی صاحب نے آنحضرت ﷺ کے جنس بشر سے خارج ہونے کی ایک الزامی دلیل یہ بھی پیش کی تھی کہ ان اہل حدیثوں نے ابھی ابھی کہا ہے کہ آنحضرت ﷺ بے مثل بشر ہیں۔ جب آپ بے مثل ہیں تو اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (سورہ کہف۔ آیت ۱۱۰) کا ترجمہ ”کہ میں تم جیسا ایک بشر ہوں“ کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟

اس کا جواب یہ دیا گیا تھا کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بے مثل کہا جاتا ہے تو اس سے اوصاف و فضائل میں بے مثل کہا جاتا ہے۔ اور جب ہماری طرح کے بشر کہا جاتا ہے تو اس سے پیدائش میں مثل ہونا مراد ہوتا ہے۔ پس اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کے معنی یہی صحیح ہیں کہ جیسے تم اولاد آدم سے ہو۔ ویسے میں بھی اولاد آدم علیہ السلام سے ہوں۔ ملائکہ وغیرہ کی جنس سے نہیں ہوں۔

آنحضرت ﷺ کس جنس سے تھے

یہ بات انسپکٹر صاحب کے دل میں اتر گئی اور مولوی عبدالغنی صاحب سے کہنے لگے کہ مولینا صاحب زیادہ باتوں کی ضرورت نہیں (۱)۔ آپ صرف اتنا بتا دیجئے کہ اگر آنحضرت ﷺ جنس بشر سے نہ تھے تو کس جنس سے تھے؟ جنات سے کہنا تو بے ادبی ہے اور ملائکہ سے بھی نہ تھے کیونکہ آپ کے ماں باپ بیوی بال بچے اور رشتہ دار سب موجود تھے۔ پس میں تو اس آیت کا یہی مطلب سمجھا ہوں کہ جب آنحضرت ﷺ نے نبوت کا

۱۔ زیادہ باتوں کی ضرورت نہیں! یہ انسپکٹر صاحب نے اس لئے کہا تھا کہ اس مجلس میں مولوی عبدالغنی صاحب کا رد یہ یہ تھا کہ جو بات انسپکٹر صاحب آپ سے پوچھتے اگر چاہتے جواب میں صرف ہاں یا نہ کہہ دینا کافی ہوتا۔ لیکن مولوی عبدالغنی صاحب جواب میں یہی کہتے کہ ”جناب اس میں تمہید کی ضرورت ہے آپ تمہید سن لیں پھر جواب دوں گا“ کبھی یہ کہتے کہ ”آپ تمہید تو سنتے نہیں جواب کیا دوں؟“ اس لئے انسپکٹر صاحب نے کہا کہ زیادہ باتوں کی ضرورت نہیں۔

دعویٰ کیا تو کفار نے کہا کہ آپ کس جنس سے ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے پیغمبر! تم کہو کہ میں تم جیسا ایک بشر ہوں کچھ اور نہیں ہوں۔ فرق صرف یہ ہے کہ میری طرف اللہ تعالیٰ کی وحی آتی ہے۔

اس پر حاضرین نے نعرہ تکبیر بلند کیا۔ اور مولوی عبدالغنی صاحب یہی کہتے رہے۔ ”افو“! آپ میری تمہید تو سنتے نہیں۔“

ساتواں مغالطہ:

مولوی عبدالغنی صاحب نے آنحضرت ﷺ کو بشر نہ کہنے کی ایک دلیل یہ بھی دی تھی۔ کہ حضرت جبریل علیہ السلام کی نسبت اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا۔ (سورہ مریم۔ آیت ۱۷) (پس صورت پکڑی اس نے واسطے اس کے آدمی تندرست کی) تو کیا حضرت جبرائیل کو بشر کہہ سکتے ہیں۔ اسی طرح گو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو بھی بشر کہا ہے۔ لیکن ہم ان کو بشر نہیں کہہ سکتے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت جبرائیل کا فرشتہ ہونا قرآن و حدیث سے معلوم ہے۔ اور فرشتوں کا صورت بشری میں متمثل ہونا بھی تمام آئمہ اہل سنت کے نزدیک مسلم (۱) ہے۔ اسی طرح آپ قرآن و حدیث سے یہ بھی بتائیں کہ کیا آنحضرت ﷺ کسی دیگر اصلیت و حقیقت سے متمثل ہو کر بشری صورت میں آئے تھے؟ اس کے جواب میں اس امر کو ملحوظ رکھیں کہ حضرت جبرائیل جو آئے۔ تو کسی باپ کی پشت سے اور کسی ماں کے لطن سے پیدا ہو کر نہیں آئے تھے۔ لیکن آنحضرت ﷺ کے حالات اس کے برخلاف ہیں۔ آپ ﷺ عقیف عبد اللہ کی پشت اور پاک دامن بی بی آمنہ کے لطن مبارک سے پیدا ہوئے۔

۱۔ صحیح بخاری (کتاب بدء الوحی: باب کیف كان بدء الوحی الی رسول اللہ ﷺ) ۲۷ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سوال کے جواب میں کہ آپ کو وحی کس طرح آتی ہے۔ فرمایا تھا اَحْيَانًا يَتَمَثَّلُ لِيَ الْمَلَكُ زُجْلًا۔ یعنی کبھی اس طرح آتی ہے کہ فرشتہ میرے پاس آدمی کی صورت میں متمثل ہو کر آتا ہے۔

اور آپ ﷺ نے حضرت خدیجہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وغیرہما سے نکاح بھی کیا اور اولاد بھی ہوئی۔ پس حضرت جبریل حقیقت میں فرشتے ہیں۔ اور آنحضرت ﷺ درحقیقت بشر ہیں۔ پس حضرت جبریل اور حضور ﷺ میں فرق ہے۔ ہم دو مختلف چیزوں میں سے ایک کو دوسرے پر قیاس نہیں کر سکتے جیسا کہ کتب اصول میں لکھا ہے۔

آٹھواں مغالطہ:

غالی گروہ کے علماء ایک یہ مغالطہ بھی دیا کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ كُنْتُ نَبِيًّا وَاَدَمُ بَيْنَ الرُّوحِ وَالْجَسَدِ۔ (کنوزالحقائق ۱۱۴) ”یعنی میں اس وقت نبی ہوا جب آدم روح اور جسم کے درمیان تھے۔“

یعنی ابھی ان میں روح پھونکی نہیں گئی تھی جب آنحضرت ﷺ حضرت آدم علیہ السلام سے پیشتر کے نبی ہیں۔ تو آپ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد سے کیسے ہو سکتے ہیں؟ یہ ان کا اپنی طرف سے بڑا وزنی اعتراض ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کے یہ معنی نہیں ہیں جو لوگوں نے سمجھے ہیں۔ بلکہ اس کے معنی دوسری احادیث کو سامنے رکھتے ہوئے یہ ہیں کہ میں اللہ کے علم میں آدم علیہ السلام کی پیدائش سے بھی پہلے نبی مقرر ہو چکا تھا۔ چنانچہ جامع ترمذی میں ہے کہ لوگوں نے سوال کیا۔

مَتَى وَجَبَتْ لَكَ النَّبِيُّهٗ قَالَ وَادَمُ بَيْنَ الرُّوحِ وَالْجَسَدِ (۱)۔ حضور! آپ کے لئے نبوت کب واجب ہوئی؟ آپ ﷺ نے فرمایا جبکہ آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔“

دوسری حدیث میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ اِنْسَى عِنْدَ اللّٰهِ

مَكْتُوبٌ خَاتَمُ النَّبِيِّينَ وَإِنَّ آدَمَ لَمُنْجِدٌ فِي طِينَتِهِ - (۱) تحقیق میں ہوں اللہ کے نزدیک لکھا ہوا خاتم النبیین جبکہ کہ آدم علیہ السلام ابھی گندھی ہوئی مٹی میں تھے۔

آپ ﷺ کی نبوت اللہ تعالیٰ کے علم میں:

ان ہر دو احادیث سے واضح ہو گیا کہ آنحضرت ﷺ یہ فرما رہے ہیں کہ میری نبوت اور پھر مجھ پر ختم نبوت اللہ کے علم میں آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پیشتر مقرر تھی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تقرر یعنی کسی کو عہدہ نبوت پر مقرر کرنا اللہ تعالیٰ کے اپنے اختیار کی بات ہے اور اس کا علم ازلی ہے۔ جو کچھ ہونا ہے وہ سب اس کو پیشتر سے معلوم ہے اور معلوم کیوں نہ ہو؟ اسی کے حکم سے تو سب کچھ واقع و حادث ہوتا ہے۔

اس حدیث کی تائید کہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کے علم میں مکتوب ہونا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول ہے۔ جو سورہ مریم میں بیان کیا گیا ہے۔ کہ آپ نے کہا۔

إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ إِنِّي الْكِتَابُ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا (سورہ مریم۔ آیت ۳۱) ”تحقیق میں اللہ کا بندہ ہوں۔ دی اس نے مجھ کو کتاب اور بنایا مجھ کو نبی۔“ تفسیر خازن میں اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے۔

وَهَذَا أَخْبَارٌ عَمَّا كُتِبَ لَهُ فِي اللَّوْحِ الْمَحْفُوظِ كَمَا قِيلَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَتَى كُنْتَ نَبِيًّا قَالَ كُنْتُ نَبِيًّا وَآدَمُ بَيْنَ الرُّوحِ وَالْجَسَدِ (ج ۳ ص ۲۲۰) یہ خبر ہے اس سے جو لکھا گیا واسطے اس (مسیح) کے لوح محفوظ میں جس طرح کہ آنحضرت ﷺ سے پوچھا گیا کہ آپ کب نبی ہوئے؟ تو آپ نے فرمایا۔ میں نبی مقرر ہوا جبکہ آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔“ اسی مفصل بات کو آپ کے علامہ ابوالسعود حنفی آیت بالا کے ضمن میں اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

وَالْتَعْبِيرُ بِلَفْظِ الْمَا ضِي فِي الْأَفْعَالِ الثَّلَاثَةِ بِإِعْتِبَارِ مَا سَبَقَ فِي الْقَضَاءِ

الْمَحْتُومِ أَوْ يَجْعَلَ مَا فِي شَرْفِ الْوُقُوعِ لَا مَحَالَةَ وَاقِعًا (تفسیر ۳۱۰ سورہ مریم) اور تینوں فعلوں (آتانی اور جَعَلَنی اور جَعَلَنی میں) ماضی کا استعمال اس اعتبار سے کیا جو حتمی قضا میں مقدر ہو چکا تھا۔ یا اس کو جو ضرور ضرور واقع ہونے والا تھا۔ بطور واقع شدہ کے بیان کیا۔

شرح مواقف میں ہے۔ وَأَمَّا قَوْلُهُ (وَجَعَلَنی نبیًا) فهو كقول النبی علیه السلام كنت نبیا و ادم بین الماء والطين فی انه تعبیر عن المحقق فیما یشقبل بلفظ الماضی (مطبوعہ استنبول ج ۳ ص ۱۷۹) ”یعنی اس آیت اور اس حدیث میں ماضی کا لفظ اس لئے ذکر کیا گیا ہے کہ یہ باتیں زمان مستقبل میں ضرور ضرور متحقق ہو جانے والی تھیں۔“

ان حوالجات سے صاف واضح ہو گیا کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے علم میں آدم علیہ السلام کی پیدائش سے بھی پیشتر نبی ﷺ مقرر تھا۔ پس اس سے غالی گروہ کا یہ مقصد کہ آنحضرت ﷺ آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے نہیں ہیں پورا نہیں ہو سکتا..... نیز اس لئے یہ استنباط اُن کے وہم کا نتیجہ ہے۔ جو نصوص بہ خصوصاً خود آنحضرت ﷺ کی تصریح کے کہ ”میں عبد اللہ کا بیٹا ہوں۔“ خلاف ہے۔ چنانچہ مشکوٰۃ شریف میں حدیث ہے کہ۔

قَالَ أَنَا مُحَمَّدٌ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ (۱) ”فرمایا میں محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ہوں۔“

اسی طرح اس حدیث میں جو اوپر مذکور ہو چکی ہے یہ الفاظ بھی ہیں۔ وَدُّوْا بُنَاؤُمَّی (۲) اس میں آپ اپنی والدہ ماجدہ بھی بتاتے ہیں۔ اور معلوم ہے کہ آپ کے والد ماجد جناب عبد اللہ اور آپ کی والدہ ماجدہ آمنہ خاتون اور آپ کے جد امجد عبد المطلب اولاد آدم سے تھے۔ اسی طرح پہلے یہ حدیث معراج کے ذکر میں گزر چکا ہے کہ حضرت جبریل نے آپ

(۱) مشکوٰۃ المصابیح: باب فضائل سید المرسلین ﷺ ج ۵۷۷ بحوالہ ترمذی کتاب الناقب: باب ناجاء فی فضل النبی ﷺ ج ۳۶۰-۳۶۱

(۲) مسند احمد (۳/۱۳۷-۱۳۸)

سے حضرت آدم اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کی نسبت کہا ہذا اَبُوک اَدَمُ اور هَذَا اَبُوک اِبْرَاهِیْمُ یعنی ”یہ آپ کے باپ آدم ہیں اور یہ آپ کے باپ ابراہیم علیہما السلام ہیں۔“ دونوں نے کہا کہ مَرَحَبًا بِابْنِ الصَّالِحِ یعنی مرحبا ہو صالح بیٹے کو۔“

یہ سب صاف صاف تصریحات ہیں کہ آنحضرت ﷺ اولاد آدم سے ہیں پس ان کے برخلاف کوئی وہمی استنباط درست نہیں ہو سکتا۔

حنفی کتب ہائے عقائد اور بشریت رسول ﷺ

حنفی کتب ہائے عقائد میں سب سے پہلی کتاب ”عقائد نسفی“ ہے جو علامہ نسفی کی تصنیف ہے۔ حنفی علماء میں علامہ نسفی کا بہت بلند پایہ ہے۔ اور انکی یہ تصنیف مثل دیگر تصانیف کے بہت مقبول ہے۔ بڑے بڑے ماہر علماء نے اسکی شرحیں لکھیں اور پھر ان شرحوں پر حواشی در حواشی لکھے گئے۔ جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے۔ علامہ نسفی اس میں فرماتے ہیں۔

(۱) وَقَدْ أَرْسَلَ اللَّهُ تَعَالَى رُسُلًا مِّنَ الْبَشَرِ إِلَى الْبَشَرِ مُبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ وَمُبَيِّنِينَ لِلنَّاسِ مَا يَحْتَاجُونَ إِلَيْهِ مِنْ أُمُورِ الدِّينِ وَالْدُّنْيَا وَآيَدُهُمْ بِالْمُعْجَزَاتِ النَّاقِضَاتِ لِلْعَادَاتِ وَأَوَّلُ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ آدَمُ وَآخِرُهُمْ مُحَمَّدٌ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ۔ ”تحقیق بھیجے اللہ تعالیٰ نے رسول بشروں میں سے طرف بشروں کی بشارت دینے والے اور ڈرسانے والے اور بیان کرنے والے واسطے لوگوں کے وہ باتیں جن کی ان کو حاجت پڑے امور دین و دنیا سے اور تائید کی ان کی ساتھ معجزات کے جو توڑنے والے ہیں عادتوں کے اور سب سے پہلے نبی آدم علیہ السلام ہیں اور آخر ان کے حضرت محمد ﷺ ہیں۔“

وجہ استدلال یوں ہے کہ حضرت علامہ نسفی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بشروں کو

بشروں کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے۔ پہلی دفعہ جو لفظ بشر ہے اس سے رسول مراد ہیں اور دوسری دفعہ جو ہے اس سے امتی مراد ہیں۔ پس مصنف کے نزدیک امتی اور رسول ہر دو فریق بشر ہیں۔ اور چونکہ سب انبیاء کو بشر کہا گیا ہے اور آنحضرت ﷺ بھی نبی برحق ہیں اس لئے آپ بھی بشر ہیں۔

دیگر یہ کہ اس کے بعد علامہ صاحب نے کہا ہے۔ اَوَّلُ الْاَنْبِيَاءِ اَدَمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ ہیں اور آخر ان کے محمد ﷺ۔ پس آدم آدم علیہ السلام بھی بشر ہوئے اور آنحضرت ﷺ بھی بشر ہوئے۔ (۲)۔ اسی طرح علامہ نسفیؒ اس کتاب کے آخر میں فرماتے ہیں۔

وَرُسُلُ الْبَشَرِ اَفْضَلُ مِنْ رُسُلِ الْمَلَائِكَةِ۔ اور بشروں میں کے رسول فرشتوں میں کے رسولوں سے افضل ہیں۔ اس عبادت میں جملہ انبیاء کو جنس بشر سے کہا ہے۔ (۳) اسی طرح ”عقائد نسفیہ“ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی افضلیت کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

وَأَفْضَلُ الْبَشَرِ بَعْدَ نَبِيِّنَا أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ (شرح عقائد مصری ۷۷)
”اور سب بشروں سے افضل بعد ہمارے نبی اکرم ﷺ کے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔“ وجہ استدلال یوں ہے کہ اگر مصنف کے علم و عقیدے میں آنحضرت ﷺ جنس بشر سے نہیں ہیں۔ تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو افضل البشر کہنے کی صورت میں بَعْدَ نَبِيِّنَا کہنے کی کیا ضرورت ہے؟ (۱)

(۳) اسی طرح ”قصیدہ امالی“ کی شرح میں زیر۔ ع
”إِمَامُ الْأَنْبِيَاءِ بِلَا اخْتِلَافٍ“۔ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں۔

(۱) علامہ تفتازانی نے شرح نسفی میں بَعْدَ نَبِيِّنَا پر کہا بَعْدَ الْأَنْبِيَاءِ کہنا بہتر تھا۔ کیونکہ صدیقیت کا مرتبہ نبوت کے مرتبہ سے نیچے ہوتا ہے۔ یہ بھی تمام انبیاء کے جنس بشر سے ہونے کی دلیل ہے۔

اعْلَمَ أَنَّ الْبَشَرَ ثَلَاثَةٌ أَقْسَامٌ كَامِلٌ وَمُكَمِّلٌ وَهُمْ الْأَنْبِيَاءُ - الخ ”جان تو کہ (جنس) بشر تین قسموں پر ہے (پہلی قسم) خود کامل اور دوسروں کو کامل کرنے والے اور وہ انبیاء ہیں۔ الخ

وجہ استدلال یوں ہے کہ آنحضرت ﷺ کی نبوت کے درجہ کو جمع انبیاء کی نبوت سے افضل ثابت کرنے کے لئے شرح میں ملا علی قاری حنفیؒ پہلے بشروں کی قسمیں بیان کرتے ہیں۔ اور پہلی قسم میں انبیاء کو لکھتے ہیں پس ثابت ہوا کہ مصنف کے نزدیک آنحضرت ﷺ جنس بشر سے ہیں۔

(۴) شیخ کمال الدین ابن ہمام حنفیوں میں بڑے پائے کے عالم ہیں ان کی تصانیف مختلف فنون میں ہیں۔ علم عقائد میں ایک کتاب ”مسارۃ“ نام لکھی۔ اس میں آپ نبی کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

النَّبِيُّ إِنْسَانٌ بَعَثَهُ اللَّهُ لِتَبْلِيغِ مَا أُوحِيَ إِلَيْهِ - (مطبوعہ مصر مع شرح ۱۹۰۰) ”نبی انسان ہوتا ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنی وحی کی تبلیغ کیلئے مقرر کرتا ہے جو اس کی طرف کی جاتی ہے۔“ اس حوالہ سے استدلال کی صورت یہ ہے کہ چونکہ آنحضرت ﷺ نبی ہیں اور ہر نبی انسان ہوتا ہے۔ اس لئے بحکم شکل اول آنحضرت ﷺ انسان ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو انسان (۱) بھی کہا ہے اور بشر (۲) بھی۔ پس آنحضرت ﷺ بھی جنس انسان اور بشر سے ہیں۔

(۵) اسی طرح شیخ ابن ہمام حنفیؒ اسی کتاب میں سہو کی بحث میں فرماتے ہیں۔
وَالْأَصَحُّ جَوَازُ السَّهْوِ فِي الْأَفْعَالِ عَلَيْهِ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ أُنْسِي كَمَا تَنْسَوْنَ فَإِذَا نَسِيتُ فَذَكِّرُونِي - (ص ۲۰۰)
”صحیح یہی ہے کہ افعال میں آنحضرت ﷺ پر سہو کا طاری ہونا جائز ہے۔ چنانچہ خود

آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ سوائے اس کے نہیں کہ میں ایک بشر ہوں۔ بھول جاتا ہوں جیسے تم بھول جاتے ہو۔ سو جب میں بھول جاؤں تو تم مجھے یاد کرادیا کرو۔ (۱)

دیگر کتب کی شہادتیں:

(۱) ان کتب کی شہادتوں کے بعد جو خاص حنفی علماء نے لکھی ہیں ہم دیگر کتب کی شہادتیں بھی پیش کرتے ہیں۔ جو وہ بھی بڑے بڑے علمائے اہلسنت نے لکھی ہیں۔ علامہ تفتازانی شیخ ابن ہمام کی طرح ”مقاصد“ میں نبی کی تعریف میں لکھتے ہیں۔

النَّبِيُّ إِنْسَانٌ بَعَثَهُ اللَّهُ لِنَبْلِيغِ مَا أَوْحَى إِلَيْهِ (شرح مقاصد ج ۲ تا ۳) ”نبی ایک انسان ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ اس چیز کی تبلیغ کیلئے مبعوث کرتا ہے جو اس کی طرف وحی کی جاتی ہے۔“

(۲) ”کتاب الشفاء (فی حقوق مصطفیٰ ﷺ) مصنفہ قاضی عیاض۔ آنحضرت ﷺ کے فضائل و تعظیلات کے بیان میں خاص درجہ رکھتی ہے۔ دنیا جہان میں مقبول و معروف ہے۔ اس کی توصیف میں صاحب کشف الظنون“ لکھتے ہیں۔ لَمْ يُولَفْ مِثْلُهُ فِي الْإِسْلَامِ۔ یعنی اس باب میں اسلام میں اس کتاب کی مثل کوئی کتاب تصنیف نہیں ہوئی۔“

آنحضرت ﷺ کی بشریت کا ذکر قاضی عیاضؒ نے اس کتاب میں مختلف پہلوؤں میں کیا ہے۔ گویا کہ جو جو امر احادیث میں اور دیگر کتب میں متفرق طور پر مذکور تھے۔ وہ سب قاضی صاحب نے اس کتاب میں جمع کر دیئے ہیں۔ ہم ان سب کا خلاصہ ترجمہ کر کے لکھتے ہیں۔

(۱) قاضی صاحبؒ نے اس عنوان میں کہ بشری احوال میں سے آنحضرت ﷺ کے حق میں کیا کیا امر جائز ہے اور کیا کیا امر جائز نہیں۔ آیت مَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ۔ (سورہ آل عمران۔ آیت ۱۴۴) ذکر کر کے یہ ظاہر کیا کہ آنحضرت ﷺ پر موت کا آنا منافی نبوت نہیں

(۳) یہ حدیث متفق علیہ ہے۔ دیکھئے بخاری، کتاب الصلاة: باب التوجه نحو القبلة: حيث كان ح ۲۰۱ مسلم، کتاب المساجد:

باب السجود في الصلاة والسجود ح ۵۷۲

- پھر اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام والی آیت کَانَا يَا كُلَّانِ الطَّعَامِ (سورہ مائدہ - آیت ۷۵)۔ اور آیت اِلَّا اِنَّهُمْ لَيَا كُلُّونِ الطَّعَامِ وَيَمْشُونَ فِي الْأَسْوَاقِ - (سورہ فرقان - آیت ۲۰) لکھی ہے۔ پھر آیت اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ اِلَيَّ - آلایہ (سورہ کہف - آیت ۱۱۰) ذکر کر کے لکھتے ہیں۔

فَمُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَائِرُ الْأَنْبِيَاءِ مِنَ الْبَشَرِ أُرْسِلُوا إِلَى الْبَشَرِ - (شفا مطبوعہ قسطنطنیہ ص ۸۶) ”پس محمد ﷺ اور دیگر تمام انبیاء علیہم السلام جنس بشر سے ہیں جو بشروں کی طرف بھیجے گئے۔

(۲) پھر اس سے آگے فرماتے ہیں۔

”پس ان کے ظواہر اور اجسام اور بدن کے ڈھانچے بشری اوصاف سے متصف ہوتے ہیں۔ جو دوسروں پر وارد ہوتا ہے۔ ان پر بھی وارد ہوتے ہیں۔ عوارض اور بیماریاں اور موت اور فناء اور (دیگر) انسانی صفات۔ اور ان کے ارواح اور بواطن اوصاف بشریت سے نہایت اعلیٰ صفات کے ساتھ متصف ہوتے ہیں الخ (مترجماً - ج ۲ ص ۶)

(۳) پھر باب ثانی میں فرماتے ہیں۔

ہم پیشتر بیان کر چکے ہیں کہ آنحضرت ﷺ اور دیگر تمام انبیاء اور رسل علیہم السلام جنس بشر سے ہیں۔ اور یہ بھی کہ آپ ﷺ کا جسم اور ظاہر خالص بشری تھا۔ اور جو کچھ (جسمانی) آفات و تغیرات اور درد اور بیماریاں اور موت کے پیالے کا گھونٹ پینا (دوسرے) بشروں پر جائز ہے۔ وہ آپ ﷺ پر بھی جائز ہے۔ اور سب باتیں آپ ﷺ کی شان میں منقصت (نقصان کی باتیں) نہیں۔“ (ج ۲ ص ۱۷۳)

(۴) قاضی صاحب آداب و فضائل مدینہ شریف کے بیان میں فرماتے ہیں۔

وَاشْتَمَلَتْ تُرْبُتُهَا عَلَى جَسَدِ سَيِّدِ الْبَشَرِ وَمَوَاقِفُ سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ (ج ۲ ص ۵۰) مدینہ شریف کی زمین میں سید المرسلین ﷺ کے ٹھہرنے اور کھڑے ہونے کے مقامات ہیں۔“

(۵) اسی طرح باب ثالث جلد اول میں فرماتے ہیں۔

لَا خِلَافَ أَنَّهُ أَكْرَمُ الْبَشَرِ وَسَيِّدُ الْبَشَرِ وَلَدَ آدَمَ (ص ۱۳۰) فَإِنَّا اتَّقَى وَلَدَ آدَمَ (۱) (۱۳۱) ”اس میں خلاف نہیں کہ بے شک آنحضرت ﷺ سب بشروں سے زیادہ عزت والے اور اولاد آدم کے سردار ہیں۔ فرمایا پس میں سب اولاد آدم سے بڑھ کر پرہیزگار ہوں۔“

تشریح: ان مقامات پر جیسا کہ آپ کو سید المرسلین کہا گیا ہے۔ ویسے سید اولاد آدم اور سید البشر اور اکرم البشر بھی کہا گیا ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ آپ کو جس طرح زمرہ انبیاء سے جانتے ہیں۔ اسی طرح جنس بشر اولاد آدم سے بھی جانتے ہیں۔ اور پھر خود آنحضرت ﷺ کی زبان مبارک کی حدیث بھی نقل کرتے ہیں جس میں حضور ﷺ اپنے آپ کو اولاد آدم میں سے گنتے ہیں۔

(۶) اسی طرح قاضی عیاضؒ نے اسی کتاب میں دیگر مختلف جگہوں پر بھی حضور ﷺ کے لئے لفظ بشر کا استعمال کیا ہے۔ مثلاً باب سہو میں کئی جگہ حدیث اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ اُنْسِيْ كَمَا تَنْسَوْنَ (۱)۔ (یعنی حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہاری طرح ایک بشر ہوں۔ میں بھی بھول جاتا ہوں جس طرح تم بھول جاتے ہو)۔ ذکر کی ہے۔ اور سہو و نسیان کو عادات بشریہ اور انسانیہ سے کہا ہے۔ (ج ۲ ص ۱۴۳-۱۴۶)

(۱) یہ حدیث معجم الکبیر للطبرانی (۱۰۴/۱۲) میں ہے۔ اس کی سند میں یحییٰ بن عبد الحمید اور غازن بن زبئی دونوں راوی ضعیف ہیں۔ وقال ابن کثیر ”وهذا الحديث فيه غرابة و نكارة (البدایۃ ۲/۲۵۷) وله شاهد صحيح عند احمد (۴۳۴/۵)

ایک سوال:

ہم مولوی عبدالغنی صاحب اور ان کے ہمصنف علماء سے بادی سوال کرتے ہیں کہ آپ صاحبان آنحضرت ﷺ کو سید البشر اور سید اولاد آدم جانتے ہیں یا نہیں؟ اگر معاذ اللہ نہیں جانتے تو آپ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فضیلت سے انکار کرتے ہیں۔ جو قرآن شریف کی آیات اور صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ اور جس پر آئمہ امت کا اجماع ہے۔ پس اس صورت میں آپ اپنی پوزیشن کو سمجھئے کہ قرآن وحدیث اور اجماع امت کے خلاف اعتقاد رکھتے ہوئے آپ کس فرقہ میں شمار ہونگے؟

اور اگر آپ آنحضرت ﷺ کو سید البشر اور سید اولاد آدم جانتے ہیں تو آپ آنحضرت ﷺ کی بشریت سے اور آپ کے اولاد آدم ہونے سے کس طرح انکار کر سکتے ہیں۔؟ پھر تو آپ کو آنحضرت ﷺ کی پیغمبری سے بھی انکار کرنا پڑے گا۔ کیونکہ قاضی صاحب جن حضرت کو سید المرسلین کہتے ہیں۔ آپ ﷺ رسول ہو کر ہی رسولوں کے سردار ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح قاضی صاحب آنحضرت ﷺ کو سید البشر اور سید اولاد آدم بھی کہتے ہیں۔ پس آپ ﷺ جنس بشر اور اولاد آدم سے ہو کر ہی ان کے سردار ہو سکتے ہیں۔

ایک لطیفہ:

یہ وہی سوال ہے جو قلعہ سیالکوٹ پر خان احمد یار خاں صاحب انسپکٹر پولیس کی وساطت سے آپ سے کیا گیا تھا۔ اور ان کی خدمت میں کہا گیا تھا کہ ہم (الہمدیث) دستخط کر دیتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ سید البشر ہیں۔ آپ اس پر مولوی عبدالغنی صاحب سے بھی دستخط کرا دیں۔ بس شہر سے فتنہ مٹ جائے گا۔ انسپکٹر صاحب نے آپ سے کہا تو آپ نہ تو تحریری دستخط کرنے پر آمادہ ہوئے اور نہ آپ نے زبانی اس کا اقرار کیا۔ کیونکہ آپ سمجھ گئے تھے کہ اس امر میں آپ

کا راستہ دونوں طرف سے بند ہے۔ اقرار کر بس تو آنحضرت ﷺ کی بشریت کا اقرار کرنا ہے جس میں سبکی اور شرمندگی اٹھانی پڑتی ہے۔ اور اگر انکار کرتے ہیں۔ تو دنیا جہان کی ملامت کی بوچھاڑ سر پر پڑتی ہے۔ منظر بڑا دیدنی تھا اور مولوی صاحب کی حالت قابل رحم۔

انصاف کی شہادت۔ اب آپ ہی انصاف کریں کہ آنحضرت ﷺ کی شان کو گھٹانے والا کون ہے؟ اور آپ ﷺ کی سیادت (سرمداری) کو ماننے والا کون ہے؟ آپ ﷺ کی شان کو ماننے والا کون ہے اور اس سے انکار کرنے والا کون ہے؟

آپ ہی اپنے ذرا جور و جفا کو دیکھیں
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

قصیدہ بردہ اور بشریت رسول ﷺ :

یہ قصیدہ آنحضرت ﷺ کی مدح میں کہا گیا ہے اور بہت متبرک سمجھا جاتا ہے۔ خفی اور غیر خفی سب لوگ اس کو مانتے ہیں۔ اس کے مصنف ابو عبد اللہ شرف الدین محمد بن سعید بن حماد بوسیری قدس سرہ ہیں۔ باعث انشاء یہ ہے کہ امام موصوف کا نچلا دھڑ عارضہ فالج سے بیکار ہو گیا تھا۔ آپ کو آنحضرت ﷺ کی مدح میں قصیدہ کہنے کا الہام ہوا خواب میں آنحضرت ﷺ نے آپ کے جسم پر ہاتھ مبارک پھیرا۔ صبح جب بیدار ہوئے تو بالکل تندرست تھے۔ اس میں امام بوسیری فرماتے ہیں۔

دَعُ مَا ادَّعَتْهُ النَّصَارَىٰ فِي نَبِيِّهِمْ

وَاحْكُمْ بِمَا بَشَّرَتْ مَدْحًا فِيهِ وَاحْتَكُمْ

یعنی اس دعویٰ کو جو نصاریٰ نے اپنے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بابت کیا ہے چھوڑ دے اور اس کے سوا آپ ﷺ کی مدح میں جو کمال نبوت تو چاہے اس سے آپ کی مدح کر اور اس پر پختہ رہ۔ اسی میں آپ یہ بھی فرماتے ہیں۔

فَمَبْلَغُ الْعِلْمِ فِيهِ أَنَّهُ بَشَرٌ

وَأَنَّهُ خَيْرُ خَلْقِ اللَّهِ كُلِّهِمْ

یعنی پس آپ ﷺ کے متعلق ہمارے فہم و علم کی انتہا یہ ہے کہ آپ ﷺ بشر ہیں اور یہ کہ آپ ﷺ تمام خلق اللہ سے بہتر ہیں۔

مذہب اہل حدیث کا خلاصہ:

مذہب اہل حدیث کا خلاصہ کلمہ طیبہ ہے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ - اللَّهُ تعالیٰ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اور حضرت محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں۔

پس ہم اللہ تعالیٰ کی ذات اور اسکی صفاتِ مختصہ اور عبادت میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں گردانتے اور حضرت رسول اللہ ﷺ کو سید المرسلین اور سید اولاد آدم اور سید البشر اور واجب الاطاعت بندہ اور رسول جانتے ہیں۔ اور یہی مذہب قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ اور یہی صحابہ وخیراتباعین رضی اللہ عنہم اور آئمہ مجتہدین اور اولیاء و صالحین امت کا رہا ہے۔ اور اس میں کمی یا بیشی کوضلالت والحاد جانتے ہیں۔

طریقہ محدثین:

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا رتبہ حنفی علماء میں بہت بلند ہے۔ آپ فخر سیالکوٹ مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی کے ہم عصر ہیں۔ حرمین شریفین میں قیام کر کے علم حدیث کی تحصیل کی۔ بعد فراغت دہلی میں آئے اور تدریس وتصنیف میں مشغول رہے۔ علم حدیث کی بہت خدمت کی۔ صوفی مسلک تھے۔

۱۸۵۲ء میں دہلی میں فوت ہوئے۔ آپ کی مرقد قطب صاحب میں ہے۔ آپ اپنے مکتوب و رسائل کے ص ۵۹ میں مذہب محدثین کو اس طرح بیان کرتے ہیں۔
طریقہ محدثین اخذ بعمل منصوص است کہ بمقل صحیح ثابت شدہ باجواز عمل

بحديث ضعيف در فضائل اعمال لا سيما تزويد طرق وتعاقد آں۔“ (ص ۵۹)

”محدثین کا طریقہ منصوص پر عمل کرنے کا ہے جو کہ صحیح روایت سے ثابت ہو

اور ضعیف حدیث پر بھی عمل کا جائز ہونا کہ فضائل اعمال میں ہو۔ خصوصاً جبکہ

اس کے کئی طریقے ہوں اور اس کی تائید بھی ہو۔“

خاتمہ:

ناظرین آپ نے دیکھ لیا کہ شیخ عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ حنفی محدثین کا مذہب یہ قرار دیتے ہیں کہ جو روایات صحیح طور پر ثابت ہوں اور ان میں مسئلہ منصوص ہوان کی پیروی کرنا۔ پس ہم نے اس کتاب میں آیات قرآنی اور صحیح احادیث کی نصوص سے آنحضرت ﷺ کی رسالت و بشریت کو ثابت کر دیا ہے اور ان آیات و احادیث کی تفسیر و تشریح میں اپنی طرف سے کچھ بھی نہیں ملایا۔ جو کچھ لکھا ہے وہ ہر فن کے مسلم کل آئمہ خصوصاً علمائے حنفیہ کی تصریحات سے لکھا ہے۔ اور ثابت کر دکھایا ہے کہ غالی گروہ نے آنحضرت ﷺ کی محبت کے بھیس میں جو غلو اور افراط پیدا کرنا چاہی ہے وہ قرآن و حدیث کے علاوہ حنفی مذہب کے بھی خلاف ہے۔ اب چاہے کوئی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین اور آئمہ مجتہدین رضی اللہ عنہم و اولیاء و صالحین کی موافقت میں آنحضرت ﷺ کو عَبْدُہ و رَسُولُہ سمجھے اور چاہے پولوسی غلو اور ہندوانہ ذہنیت سے آنحضرت ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا اوتار سمجھے اس کا اپنا کام ہے۔ وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاءُ الْمُبِينُ۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي بَعَثَ فِيهِ وَجَلَّ لَهُ تَتِمُّ الصَّلَاحُ وَالصَّلَوةُ وَالسَّلَامُ عَلَى خَيْرِ الْخَلِيقَةِ وَصَفْوَةِ الْبَرِيَّةِ مُحَمَّدٍ عَبْدِهِ وَرَسُولِهِ وَعَلَى آلِهِ وَاصْحَابِهِ وَأَزْوَاجِهِ الْمُطَهَّرَاتِ۔

۳۔ اگست ۱۹۳۹ء

طالب شفاعت رسول کریم ﷺ بندہ ضعیف

محمد ابراہیم میرسیا لکوئی (علیہ الرحمہ)